امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 3 جمادی الثانیۃ 1435ھ بمطابق اپریل 2014ء شمارہ 2

نئی خوشخبریوں کے ساتھ بہار نو کی آمد

سرد جنگ کا گرم محاذ

انتخابات ، انتصابات

انتخابات سے قبل کابل پر طالبان کی حکمرانی

ایک مغالطے کا ازالہ

کینیڈین جارحیت پسندوں کا فرار

امریکی مظالم کی یادگار

جارحیت کی موجودگی میں انتخابات کی کوئی حیثیت نہیں۔

افغان صدارتی انتخابات کے حوالے سے سیاسی تجزیہ کار جناب خبیر احمد مجاہد سے گفتگو

فرمان نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال رجل یا رسول اللہ (ﷺ) ارأیت ان قُتِلْتُ فی سبیل اللہ صابرا مُحتسبا مُقبلا غیر مُدبر یُکفِّرُ اللہ عنِّی خطایای؟

فقال رسول اللہ ﷺ نعم فلما ادبر، ناداہ فقال نعم الا الدّین کذٰلک قال جبریلُ۔
[رواہ مسلم]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے بتلایئے کہ اگر میں اللہ کے راستے میں صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب آخرت کی طلب ہی میں جہاد کروں اور مجھے اس حالت میں شہید کر دیا جائے کہ میں پیچھے نہ ہٹ رہا ہوں بلکہ پیش قدمی کر رہا ہوں تو کیا میری اس شہادت اور قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے سارے گناہ معاف فرما دے گا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ہاں۔ (اللہ تمہارے سارے گناہ معاف فرما دے گا) پھر جب وہ آدمی آپ ﷺ سے یہ جواب پا کر لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو پھر پکارا اور فرمایا: ہاں (تمہارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے) سوائے قرضہ کے، یہ بات جبریل امین نے اسی طرح بتائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماهنامه

شریعت

جلد 3 جمادی الثانیہ 1435ھ بمطابق اپریل 2014ء شمارہ 2

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

- نئی خوشخبریوں کے ساتھ بہار نو کی آمد آمد
- افغان صدارتی انتخابات کے حوالے سے خبیر احمد مجاہد سے گفتگو
- شیخ دوست محمد شہید رحمہ اللہ
- ایک مغالطے کا ازالہ
- امریکہ کی تسلط پسندانہ پالیسیاں
- سرد جنگ کا گرم محاذ
- کینیڈین جارحیت پسندوں کا فرار
- امریکیوں کا اندیشہ بجا ہے
- امریکی مفادات کی چوکیداری
- دبئی مذاکرات کا ڈھنڈورا
- دشمن کی سراسیمگی
- کیا ہم ایک ہی ہیں
- شکست کے عوامل اور بہانہ تراشیاں
- انتخابات (انتصابات)
- انتخابات کہاں ہوں گے ؟
- یہ شان بے نیازی
- ملا عمر، اب مطلوب دہشت گرد کیوں نہیں ؟!
- انتخابات سے قبل کابل پر طالبان کی حکمرانی
- شیطان کو بے آل کرو
- افغانستان فروری 2014 میں
- جنگی جرائم
- امریکی مظالم کی یادگار
- مارچ کے مہینے میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

ڈیزائننگ : مولوی محمد فاروق

رابطہ کے لیے برقی پتہ:

shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:

www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک............40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات............30 ڈالر

بنگلہ دیش............28 ڈالر

نئی خوشخبریوں کے ساتھ بہار نو کی آمد

وطن عزیز کے اکثر مقامات پر موسم سرما میں جب موسم ٹھنڈا اور ہر طرف پہاڑوں پر برف کی سفید چادر پڑی ہوتی ہے تو طبعی طور پر دشمن کے خلاف طالبان کی کارروائیوں میں کمی آجاتی ہے۔اور پھر جونہی موسم سرما واپس پلٹ کر بہار کی تازہ ہوائیں چلنا شروع ہو جاتی ہیں تو دین کی سربلندی، وطن عزیز کی آزادی اور اپنی ملی اور مذہبی اقدار کی دفاع کے لئے دشمن کے خلاف طالبان کی کامیاب کارروائیاں بھی بہار جانفزا و کھلانے لگتی ہیں۔

بلند عزائم، مضبوط ارادوں اور عالی حوصلوں کے ساتھ تازہ دم طالبان نئے جذبات، نئے پروگرامات اور نئی جنگی چالیں لئے دشمن کے خلاف بہار آپریشن مرتب کرتے ہیں۔اور پھر ساری دنیا دیکھتی ہے کہ ہر بار نئے نام سے ترتیب دیا ہوا بہار آپریشن گزشتہ آپریشن سے زیادہ کامیاب، دشمن کو زیادہ نقصانات سے دوچار اور حیرت ناک ہوتا ہے۔ لیکن اس بار خوشی کا مقام ہے کہ اب تک موسم سرما کی ٹھنڈک ختم نہیں ہوئی، موسم بہار کی تپش ابھی کھل کر محسوس نہیں ہوئی ہے اور امارت اسلامیہ نے بھی ابھی تک اپنے نئے بہار آپریشن کے نام اور آغاز کا اعلان نہیں کیا ہے لیکن مجاہدین نے کامیاب جہادی کاروائیاں کر کے بہار کا سماں پیدا کر دیا ہے۔اور موسم بہار کے تازہ جھونکوں اور خوشبو فضا میں تحلیل ہونے سے پہلے ہی طالبان نے اپنی قربانیوں کی خوشبو فضا میں بکھیر دی ہے اور اسلام کے شجر سایہ دار کو اپنے پاک خون سے سیراب کیا ہے۔

دنیا بھی ورطہ حیرت میں ہے کہ چلو افغانستان کے اطراف وجوانب میں تو ویسے بھی طالبان غالب تھے اس لئے دشمن کے خلاف بڑی کارروائیاں بھی حیران کن نہیں تھیں لیکن دارالحکومت کابل جو نسبتاً ایک پرامن اور محفوظ مقام سمجھا جاتا تھا اور یہاں طالبان کی طرف سے مسلسل حملوں کا بھی زیادہ خوف نہ تھا، میں تقریباً ایک ہفتہ کے دوران کابل شہر کے وسط میں انتخابی کمپین کے ایک مرکز، غاصب ممالک سے تعلق رکھنے والے غیر ملکیوں کی رہائش گاہ سرینا ہوٹل، غیر ملکیوں کے گیسٹ ہاؤس اور آخر میں برائے نام آزاد انتخابات کے بڑے مرکز پر طالبان کی طرف سے کامیاب حملوں نے دنیا کو انگشت بدنداں کر دیا ہے۔ان حملوں نے غاصب مغربی ممالک کے غرور کو خاک آلود اور ان کے خود کو بہلانے والے جھوٹ کہ اب ان کی بنائی ہوئی سیکورٹی فورسز طالبان کا مقابلہ اور کٹھ پتلی ادارے کا دفاع کر سکتی ہیں، کی قلعی دنیا کے سامنے کھول دی ہے۔

یہ کامیاب کارروائیاں افغانستان کے مجاہد بہادر عوام اور پوری امت مسلمہ کے لئے ایک بڑی خوشخبری کی حامل ہیں۔مجاہدین کی بڑی بڑی فتوحات اور غاصبین اور ان کے غلاموں کی شرمناک شکست کی خوشخبری کو ہم نیک فال اور ''قیاس کن زگلستان من بہار مرا'' کی مصداق سمجھتے ہیں۔یہ کارروائیاں بارش کے وہ پہلے چند قطرے ہیں جو ایک موسلادھار بارش کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔افغانستان کے بہادر اور مجاہد عوام اور پوری امت مسلمہ کے لئے رحمت اور خوشبو سے بھری یہ بارش ہمارے ہر دشمن کے لئے ایسے زہریلے اور خطرناک سیلاب کا باعث بنے گا جو ان کے تمام مذموم مقاصد، بڑے اخراجات اور لمبی لمبی امیدوں کو اپنے ساتھ بہا کر نیست ونابود کر دے گا۔

دشمن کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ پوری دنیا کے مسلمان خصوصاً افغانستان کے بہادر جوان اپنے دین، ملت اور ملی اقدار کی دفاع اور وطن عزیز کی آزادی کے لئے لڑی جانے والی جنگ سے تھک ہار کر بیٹھنے والے نہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ تمام غاصب قوتیں ایک بار پھر اپنے ارادوں پر نظرثانی کرے اور افغانستان کے مظلوم افغانوں کی مزید قتل عام اور تخریب کاری سے باز آجائے۔سٹریٹیجک معاہدہ اور اس جیسے دیگر بہانوں سے یہاں رہنے کے خواب دیکھنا چھوڑ دے، مزید بے جا مالی وجانی نقصانات اور اپنے لاڈلے بچوں کو ضائع کرنے سے بچاتے ہوئے جتنی جلدی ہو سکے سرزمین افغانستان سے اپنی ناپاک فوجیں نکال لے جائے ورنہ ہاتھ ملتے ہی رہ جاؤ گے۔

جارحیت کی موجودگی میں انتخابات کی کوئی حیثیت نہیں

افغان صدارتی انتخابات کے حوالے سے سیاسی تجزیہ کار
جناب خبیر احمد مجاہد سے گفتگو

سوال: جناب مجاہد صاحب! سب سے پہلے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے امریکی اور دوسری جارحیت پسند قوتیں افغانستان سے نکلنے والی ہیں۔ عام تجربہ یہی ہے کہ جارحیت پسند جہاں سے بھی اور جس خطے سے بھی فرار ہوتے ہیں اپنے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ اس حوالے سے فرار ہوتے دشمنوں کا معاملہ افغانستان کے ساتھ کیا ہوگا اور کیسے ہوگا؟

جواب: یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ گذشتہ تیرہ برسوں کے دوران عسکری اور غیر عسکری سارے محاذوں پر امریکا کا جتنا بس چلا اپنی زور آزمائی کر دی۔ ہزاروں افغانوں کو تہہ تیغ کیا اور لاکھوں لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ اس جنگ میں 7 کروڑ ڈالر خرچ کیے گئے۔ افغانستان کی شکست وریخت کی سازشیں کیں۔ ڈالروں اور دیگر امتیازات سے نواز کر افغانوں کو اپنے کلچر اور اپنی تہذیب سے بغاوت پر اکسانے کی کوشش کی۔ مگر پھر بھی انہیں ناکامی اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ میرے خیال میں جبر اور زبردستی کی کوئی ایسی کوشش نہ ہوگی جسے امریکیوں نے افغانوں پر نہ آزمایا ہو مگر اس کے باجود نتیجہ برعکس رہا۔

آپ دیکھ رہے ہیں امریکا اس نام نہاد نیشنل آرمی پر بھی ایک لمحے کے لیے اعتماد کرنے کو تیار نہیں جسے بنانے کے لیے امریکا نے اربوں ڈالر خرچ کیے۔ جس کی تربیت خاص اسی لیے کی گئی تھی کہ امریکی مفادات کے لیے لڑے، افغانوں کو قتل کرے اور جنگ کی آگ بھڑکائے رکھے۔ اب امریکی اس بات پر بھی تیار نہیں کہ اپنا استعمال شدہ فوجی ساز وسامان ان کے حوالے کر کے جائیں۔ ہمارے خیال میں امریکیوں کے سامنے اب صرف اربکیوں کا ناپاک منصوبہ ہے جو امریکی انخلاء کے بعد ان کے خیال میں مجاہدین سے لڑتے رہیں گے۔ مگر وہ بھی افغانوں کی جرات اور استقامت کا مقابلہ نہ کر سکا اور 2014 کے اختتام سے قبل ہی شکست سے دوچار ہوگیا۔ ہر جگہ مجاہدین پوری کامیابی سے عوام اور بزرگوں کے تعاون سے کام کر رہے ہیں اور اربکیوں کی جڑیں اکھیڑ رہے ہیں۔ میرے خیال میں امریکی اس ملک میں مکمل مایوسی کا شکار ہوگئے ہیں اور حوصلہ ہار گئے ہیں۔ امریکی اگر نکل جائیں تو ہمارے خیال میں یہاں ان کا کوئی ایسا بنیادی سرمایہ نہیں جو ان کے کام آتا رہے۔ جسے وہ استعمال کر کے اپنے مفادات سمیٹتے رہیں۔ کیوں کہ امریکیوں نے اپنے ان مزدوروں سے بھی وفاداری نہیں نبھائی جنہوں نے دین، ایمان، غیرت اور ملک وملت سب کچھ امریکیوں کی خاطر داؤ پر لگا دیا تھا۔

ایک بات جو انتہائی اہم ہے وہ یہ کہ امریکیوں نے ایسا پروپیگنڈہ کیا تھا کہ افغانستان میں ان کے خلاف صرف جنوبی خطوں میں مزاحمت جاری ہے۔ مگر امارت اسلامیہ کے وسیع سٹریٹیجی نے ان کے اس زہریلے پروپیگنڈے کا جواب اس وقت دیا جب گذشتہ چند سالوں سے جنوب ہو یا شمال پورے ملک میں جہاد اور قربانی کا سلسلہ پوری ہم آہنگی سے شروع ہوگیا۔ بایں معنی کہ اب صرف ہلمند، کنڑ اور پکتیا ہی میں نہیں بدخشان، مزار، فاریاب اور دیگر شمالی علاقوں میں بھی بیرونی واندرونی دشمنوں کے خلاف مجاہدین کے حملے جاری ہیں۔

سوال: ذرائع ابلاغ پر کافی عرصے تک بیرونی قوتوں کی جانب سے کابل انتظامیہ کو اختیارات اور اقتدار کی منتقلی کی بات چل رہی تھی۔ اس طرح کابل انتظامیہ کے حکام بھی کچھ عرصہ سے ایسی اداکاری کی کوشش کر رہے ہیں جیسے وہ وہائٹ ہاؤس کے ہم سر اور حریف ہوں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں افغان صدارتی محل اپنے فیصلوں میں آزاد ہے؟

جواب: گذشتہ 13 سالوں سے امریکی افغانستان میں اپنی تمام تر ناکامیوں پردہ

ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عوام کے سامنے خود کو بے قصور اور تمام ذمہ داریوں سے مبرا ظاہر کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اپنی ناکامی اور جرائم کا طوق اپنے کٹھ پتلیوں کے ذمے ڈالنے کے لیے ہی اختیارات اور اقتدار کی منتقلی کا ڈرامہ رچایا گیا۔ تاکہ افغان عوام کی حمایت حاصل کرنے میں ناکامی اور افغانستان کی بنیادی تعمیر نو میں بیرونی امداد سے فائدہ نہ اٹھانے کی ساری ذمہ دار کابل انتظامیہ کی گردن پر ہو۔

امریکا چاہتا ہے کہ کابل کے صدارتی محل کے حاکموں کو منظر سے ہٹا کر کوئی نیا چہرہ صدارتی محل میں لایا جائے تاکہ دنیا کے سامنے تبدیلی اور انقلاب کا پروپیگنڈا کیا جائے۔ مگر دوسری جانب صدارتی محل کا موجودہ حاکم بھی جانتا ہے کہ مزید وہ یہاں رہنے والا نہیں۔ اس لیے وہ بھی صدارتی محل میں اپنے آخری لمحات یادگار بنانے کے لیے بقول آپ کے "اداکاریاں کر رہا ہے"۔ آزادی اور استقلال کے نعرے لگا رہا ہے۔ افغان عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ہمدردی کے چند الفاظ بول رہا ہے۔ میرے خیال میں امریکا اور صدارتی محل کے حکمرانوں کے یہ سارے حرکات مصنوعی ہیں۔ افغان عوام سے ان کی دشمنی حسب سابق قائم و دائم ہے۔ دونوں فریق آپس کی مفاہمت سے افغان عوام کے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہیں۔ گذشتہ 13 سالوں میں افغانوں سے کیا کیا دغابازیاں نہ کی گئیں، انہیں کیسے کیسے دھوکے نہ دیے گئے، ان سب میں امریکا اور صدارتی محل سب برابر کے شریک رہے۔ افغان عوام کو چاہیے ایسے معاملات کو سطحی نظر سے نہ دیکھیں۔ صدارتی محل اور امریکا کے تیرہ سالوں میں ہونے والے ہر ہر ظلم اور ہر ہر جبر کو ذہن میں رکھیں۔ اور آپ دیکھیں اب بھی صدارتی محل کے مکینوں کو تنخواہ اور جیب خرچ امریکیوں کی جانب سے ملتا ہے تو کیسے یہ یقین کیا جائے کہ وہ آزاد اور خود مختار حاکم ہیں۔ میرا جہاں تک خیال ہے امریکا بھی روس کا تجربہ دہرانا چاہتا ہے۔ روسی بھی جب فرار ہو کر جا رہا تھا تو اقتدار اپنے کٹھ پتلی ڈاکٹر نجیب کے حوالے کر کے گیا تھا۔

سوال: آپ کے خیال میں افغانستان میں انتخابات کا سلسلہ کس حد تک واقعی اور سچا ہے۔ انتخابات آزادانہ ہوں گے یا وائٹ ہاؤس کے مفادات کے لیے کیسے جائیں گے؟

جواب: آپ جانتے ہیں ان جعلی انتخابات میں کس طرح کے چہرے نامزد کیے گئے ہیں؟ ان کی فنڈنگ کہاں سے کی جاتی ہے؟ انتخابی مہم چلانے کے اخراجات کون دیتا ہے؟ اور کون کس کے حق میں کس کے اشارے پر دستبردار ہوتا ہے؟ بہر حال ۔۔۔ بات وہی ہے جس کی جانب امارت اسلامیہ کے اعلامیہ میں اشارہ کیا گیا تھا کہ یہ انتخابات پہلے وہائٹ ہاؤس یا امریکی اور سیکیورٹی فورسز کی بلڈنگ میں ہوں گے۔ وہیں فیصلہ کیا جائے گا کہ کرزئی کا متبادل کون ہوگا۔ اور کس طرح کی ٹیم ان کے ساتھ کام کرے گی۔ افغانستان میں اس طرح کے چلائے جانے والے کیمپین سب نمائشی ہیں۔ سابق امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے حال ہی میں چھپنے والی اپنی کتاب میں اس بات کی جانب بہت واضح اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ 2009 کے انتخابات عالمی سطح پر دھاندلیوں سے بھرپور رہے۔ یہاں تک کہ آدھے بکس جعلی پرچیوں سے بھرے گئے تھے۔ ان کے بقول یہ سب امریکا کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھا بلکہ امریکا یہ سب کچھ دیکھ کر انجان بن رہا تھا تاکہ انتخابات کا سلسلہ کسی حد تک چلتا رہے اور دنیا کو یہ دکھایا جاسکے کہ ہم نے شفاف نہ ہونے کے باوجود جمہوری عمل کو آگے بڑھایا۔

جب 2009 کے انتخابات میں 80 فیصد انتخاب جعلی تھا اور امریکیوں نے اپنے مخصوص اہداف کے حصول کے لیے ان نتائج کو تسلیم بھی کر لیا۔ تو اب تو سال 2014 کا ہے۔ کابل انتظامیہ کے کرپشن، جھوٹ اور دھاندلیوں کی کہانیاں دنیا بھر میں زبان زد عام ہیں۔ مجاہدین کی قوت کا اندازہ بھی سب کے سامنے ظاہر ہے کہ صدارتی محل اور دیگر حساس علاقے تک ان کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ ایسے حالات میں کس طرح کے انتخابات ہوں گے؟ انتخابات کا حلقہ کون سا ہوگا؟ سیکیورٹی کی کیا صورتحال ہوگی؟ اور 2009 کی بہ نسبت اس بار دھاندلی کی سطح کتنی اونچی رہے گی؟ اور پھر ان انتخابات کے نتیجے میں کیسے حلقہ بگوش شخصیات سامنے آئیں گی۔ سب جانتے ہیں کہ یہ ایک جھوٹا ڈرامہ ہے۔ امریکا جاتے جاتے حکومت اپنے ایسے "پس ماندگان" کو دینا چاہتا ہے جو ان کے بعد ان کا دیا ہوا فریضہ بھرپور طریقے سے نبھائیں۔

سوال: امارت اسلامیہ نے اپنے ایک اعلامیہ کے ذریعے عوام سے مطالبہ کیا کہ انتخابات میں شرکت نہ کریں۔ الیکشن کمیشن کے کارکنوں کو دھمکیاں دی ہیں کہ انہیں بھی حملوں کا نشانہ بنایا جائے گا آپ بہ حیثیت ایک مبصر امارت اسلامیہ کے اس موقف کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: میں نے وہ اعلامیہ پڑھا تھا، اس میں بہت اہم اور جامع نکات کا ذکر کیا

گیا تھا۔ امارت اسلامیہ نے منطقی طور پر انتخابات کے نقصانات بتائے ہیں۔ انتخابات کو کفار کی ایک سازش قرار دیا۔ ان کی اتباع کو ایک ناجائز عمل کہا۔ دشمن کی سازشوں اور انتخابات کی حقیقت کی جانب واضح طور پر اشارہ کیا۔ امریکی حلقے بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں آئندہ انتخابات گذشتہ انتخابات سے بھی زیادہ دھاندلیوں سے بھرپور ہوں گے۔ تو جہاں ایک جانب شفافیت کی صورتحال یہ ہو کہ دشمن خود بھی دھاندلی کا اعتراف کرے، انصاف کی امید بھی نہ کی جاسکتی ہو اور دوسری جانب امریکی فوجی قدم قدم پر انتخابی مراکز کی نگرانی کے لیے کھڑے ہوں اور اوپر سے ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کے گشت چل رہے ہوں۔ ایسے انتخابات میں شرکت کو امریکا سے براہ راست تعاون اور ایک اسلام دشمن منصوبے کی خدمت کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔ اور پھر ہمارے سامنے قرآنی حکم ہے کہ مسلمان کفار سے محبت نہ کریں۔ ہمارے خیال میں انتخابات میں شرکت بھی کفر کی جانب میلان اور ان سے محبت ہے۔ انتخابات میں شرکت سے کفر کے ساتھ تعاون اور دین کا یقینی نقصان ہوگا۔ اس لیے اس کی روک تھام اور مخالفت ہونی چاہیے۔

سوال: انتخابات ایسے وقت میں ہو رہے ہیں کہ اب موسم اور ہوا کی گرمی کے ساتھ مجاہدین کے حملوں میں بھی شدت آ رہی ہے۔ ملک کے اکثر علاقوں پر مجاہدین کے مستحکم قبضے کے بعد کیا یہ امکان ہے کہ افغانستان کے تمام علاقوں میں انتخابات ہوں گے۔

جواب: میں اپنے گاؤں کی صورت حال بتاتا ہوں، ہم صوبائی مرکز سے 8 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ ہمارا گاؤں تقریباً 4 ہزار گھروں پر مشتمل ہے۔ گذشتہ صدارتی انتخابات میں دو دن قبل انتخابی مہم چلانے والے گاؤں کے لوگوں کو ڈالر دے کر خفیہ طریقہ سے صوبائی مرکز لے گئے تھے اور خفیہ طریقہ سے کسی سرکاری عمارت میں ان سے ووٹ ڈلوائے تھے۔ یقین کریں ان کی کل تعداد 4 سو بھی نہ تھی۔ کہاں 4 ہزار گھر اور کہاں 4 سو افراد۔ 4000 گھروں پر مشتمل ہمارا گاؤں ایک باقاعدہ ضلع کی حیثیت رکھتا ہے یہاں نہ کوئی صندوق لایا گیا اور نہ کوئی ووٹ ڈالا گیا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں 2014 کے انتخابات میں صورتحال کیا ہو چکی ہوگی۔ اس لیے کہ مجاہدین 2009 کی بہ نسبت آج کئی گنا زیادہ طاقتور اور مضبوط ہو چکے ہیں۔ ماضی کی بہ نسبت عوامی حمایت میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے اور ملک کے اکثر حصے مجاہدین کے قبضے میں ہیں۔ حکومت کے زیر قبضہ علاقوں پر بھی مجاہدین کے اثرات قائم ہیں

سوال: آخر میں افغان امور کے ایک تجزیہ کار کی حیثیت سے افغانستان کے لوگوں یا عالمی دنیا کے لیے آپ کی امیدیں اور پیغام ہمارے ساتھ شیئر کریں۔

جواب: عالمی جارحیت پسند افغانستان آئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے انتخابی ڈرامے جیسے جبری اور تزویراتی منصوبوں کی تکمیل کریں۔ عملی جارحیت کے دوران جب ہزاروں فوجیوں کی موجودگی میں انہیں اپنے مقاصد حاصل نہ ہوسکے تو اس طرح کے جعلی منصوبوں اور سازشوں سے ہرگز یہ اہداف حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

افغانستان میں اب مزید ان کی مصروفیت نقصان اور رسوائی کے علاوہ انہیں کچھ بھی نہیں دے گا۔ جن لوگوں اور شخصیات کی یہ لوگ یہاں تعصیب کرنا چاہتے ہیں ان کی جڑیں عوام میں نہیں۔ اس لیے عسکری جارحیت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ غیر مرئی سیاسی جارحیت اور بے جا مداخلت کا باب بھی اب بند ہو جانا چاہیے۔

جیسا کہ افغان عوام صورت حال سے واقف ہیں۔ انہیں متوجہ رہنا چاہیے کہ انتخابات ایک امریکی ڈرامہ ہے جسے ذرائع ابلاغ کے زور پر عام لوگوں سے منوایا جارہا ہے۔ جارحیت کی صورت میں انتخابات کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی، ایسے حالات میں جب کابل انتظامیہ کے تمام تر حکام کی فنڈنگ امریکا کرتا ہے اور یہاں تک کہ اکثر حکام کے پاس مغربی ممالک کی شہریت ہے کس طرح ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اس ملک کے آزاد اور خود مختار حاکم ہوں گے۔

ہمارے ہم وطنوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جارحیت پسند اور ان کے ساتھی ظالم ہیں۔ انہیں لوگوں نے افغانوں کے حقوق غصب کیے۔ اگر کوئی ان کی سازشوں میں یا ان کے منصوبوں کی تکمیل میں ان کا ساتھ دیتا ہے تو بلاشبہ ان کی گناہوں میں یہ شخص بھی شریک ہوگا۔

حل کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہمارے اسلامی ملک سے کفری جارحیت کا اب خاتمہ کیا جائے تاکہ افغان عوام ایک خالص اسلامی نظام، پرامن شاندار مستقبل اور ترقی یافتہ افغانستان کی بنیاد ڈال سکیں۔

☆☆☆

شیخ دوست محمد شہید رحمہ اللہ

حیات اور کارناموں کا مختصر تذکرہ

ترتیب و تلخیص: عبدالرؤف حکمت

روسی جارحیت کے خلاف افغانوں کے کفر شکن جہاد کو اگر بیسویں صدی کا سب سے بڑا انسانی کارنامہ قرار دیا گیا ہے تو امریکی طاغوت کے خلاف ہمارے مسلمان عوام کا بہت کم وسائل مگر بہت بڑے عزائم سے شروع کیا جانے والا جہاد اکیسویں صدی کا سب سے بڑا عجوبہ اور حیران کن واقعہ ہے۔ جو بے انتہاء قربانیوں کے بعد فتح کی منزل سے ہمکنار ہونے کو ہے۔

امریکی جارحیت پسند (پوری کفری دنیا کی جابر قوتیں جس کے ہمراہ ہیں) نے بہت غرور اور تکبر سے ہماری پاک سرزمین پر جارحیت کردی۔ ہمارے مجاہد عوام نے ایسے حالات میں ان کا مقابلہ کیا جب ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا۔ سارے دوست دشمن منہ پھیر کر بیٹھ گئے۔ مگر عوام کی نیت صاف، ایمان محکم اور عزم پختہ تھا اس لیے بظاہر تمام ناممکنات کے باوجود انہوں نے امریکا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا۔

گذشتہ بارہ برسوں میں افغان وطن کے پہاڑوں اور میدانوں میں کفر اور اسلام کا جو معرکہ برپا رہا شاید تاریخ کا ایک لازوال اور بے مثال باب بن کر زندہ رہے۔ یہاں قربانیوں اور فداکاریوں کی وہ تاریخ رقم ہوئی جس نے اس معرکے کو فتح بخشی۔ اس معرکے کی فتح اتنا سادہ اور آسان معاملہ نہیں، بلکہ امت مسلمہ کے بے شمار غیور فرزندوں نے اس معرکہ میں اپنی جانیں قربان کردیں۔ اس معرکے کے غازی اگرچہ پندرہویں صدی کے جوان تھے مگر ان کے توکل، عزم اور ایمانی قوت نے دنیا کو صدر اسلام کی یاد دلادی۔ آیئے یہاں اسی تاریخی معرکے کے ایک ممتاز و نامور غازی اور شہید کی حیات اور کارناموں کا تذکرہ کریں۔ یہ غازی شیخ دوست محمد شہید ہیں۔ وہ امریکا کے خلاف جہاد کے آغاز سے لے کر شہادت کے سال 2013 تک صوبہ نورستان کے عمومی جہادی ذمہ دار رہے۔ اور اس جہادی صوبے میں تمام مجاہدین کے سربراہ رہے۔

شیخ دوست محمد شہید رحمہ اللہ:

شیخ دوست محمد کے والد کا نام حاجی سفر محمد اور دادا کا نام لعل محمد تھا۔ 1377ھ ق سال میں افغانستان کے مشرق میں صوبہ نورستان کے علاقے کانتوا میں پیدا ہوئے۔ شیخ دوست محمد رحمہ اللہ کی پیدائش ایک دیندار گھرانے میں ہوئی۔ 7 سال کی عمر میں اپنے والد سے دینی تعلیم شروع کی۔ چونکہ وہ بچپن ہی سے بہت ذہین اور ذکی تھے۔ والد کی خواہش تھی کہ اپنے بیٹے کو دینی علوم سے آراستہ کریں۔ اس لیے اپنے علاقے کانتوا کے ایک عالم دین مولانا اختر محمد کے ساتھ انہیں پڑوسی ملک پاکستان بھیج دیا۔ شیخ صاحب ان کے ساتھ قبائلی علاقے باجوڑ میں 4 سال رہے۔ وہاں ان سے فقہ کی ابتدائی کتب اور عصری علوم پڑھے۔ بقیہ ابتدائی، ثانوی اور اعلی علوم دیگر مختلف مدارس میں جید علماء سے حاصل کیں۔ احادیث کی کتابیں صحاح ستہ 1401ھ ق میں پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں مشہور دینی ادارے دارالعلوم نعمانیہ چارسدہ میں اپنے عصر کے معروف محدث مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ اور سالانہ امتحان میں ممتاز نمبروں سے کامیاب ہوئے اور اسی مدرسے میں دستار فضیلت باندھا۔ چونکہ انہیں احادیث نبوی سے بے انتہا محبت تھی اس لیے احادیث کی کتابیں دوبارہ دارالقرآن صوابی میں معروف عالم دین شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یار بادشاہ رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

احادیث کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر بھی صوابی ہی میں انہی شیوخ کرام سے پڑھیں اور ایک مرتبہ قرآن کریم کی تفسیر مولانا عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ سے بھی پڑھی۔

علمی مقام اور تدریسی زندگی:

شیخ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے بڑا علمی شان اور مقام دیا تھا۔ ان کے شاگردوں کے علاوہ ان کے سبق کے ساتھی اور معاصر علماء بھی ان کے علمی تفوق کا اعتراف کرتے تھے۔ شیخ صاحب نے تمام مروجہ علوم سے

سات سال کے عرصے میں فراغت حاصل کرلی۔ فراغت کے سال وہ عمر کے لحاظ سے انتہائی کم عمر تھے۔ ان کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی مگر اعلی استعداد کی وجہ سے اپنے ہم درس ساتھیوں کے درمیان بخاری شریف کی تلاوت کا اعزاز انہیں بخشا گیا تھا۔

شیخ رحمہ اللہ انتہائی ذہین تھے۔ جو مسئلہ ایک بار کسی کتاب میں پڑھ لیا وہ سالہا سال تک ان کے حافظے میں رہتا۔ ان کی علمی قوت اور متانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی طویل تدریسی زندگی میں کبھی سوال کرنے پر ناراض نہ ہوئے اور نہ ہی کبھی کسی سوال سے صرف نظر کیا۔ خصوصاً تفسیر کے درس میں مختلف سوالات ہوتے رہتے اور وہ جواب دیتے رہتے۔

شیخ صاحب کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ صاحب کو کتابوں کی کئی عبارتیں اور مشکل لغات یاد ہوتیں۔ مطالعے میں شیخ رحمہ اللہ کا پہلا انتخاب احادیث کی کتابیں رہتیں۔ دوسرے درجے میں تفسیر کا مطالعہ انہیں پسند تھا۔ مطالعے میں عجیب نکات انہیں زیادہ اچھے لگتے تھے۔ انہیں عجیب عجیب واقعات یاد ہوتے۔ کبھی جب کوئی عجیب واقعہ ہوتا تو وہ ساتھیوں کو وہ واقعات انتہائی محبت سے سناتے۔

فراغت کے بعد انہوں نے دینی علوم کی تدریس شروع کردی۔ قبائلی علاقے میں باجوڑ ایجنسی کے علاقے ترخہ میں مولانا عبدالجبار صاحب کے مدرسہ تعلیم القرآن میں تقریباً 22 سال احادیث نبوی اور دیگر علوم کی خدمت میں مصروف رہے اسی طرح جب وہ اس علاقے سے دیر گئے اور وہاں شیرین گل کے گاؤں میں رہنے لگے وہاں بھی علم اور مطالعہ میں مصروف رہتے۔

اس عرصے میں وہ طلباء کو دورہ حدیث کے ساتھ ساتھ فنون کی ہر طرح کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ اور چھٹیوں میں موطا امام مالک، موطا امام محمد، معانی الآثار للطحاوی رحمہ اللہ، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی اور اسی طرح کی دیگر کتابیں جو پوری نہیں پڑھائی جاتیں انہیں بالاستیعاب پڑھاتے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

العقد الفريد في اثبات الفرد الشرعي من التقليد ،الدرر السنية ،الترجمان لعقائد الشبان ،البرهان الساطع على عدم اعتبار اختلاف المطالع، تنبيه الانام عن حقيقة الدين والاسلام، هدية الكتوري في مقدمة الترمذي ، نداء البراءة والجهاد، المسدسات في مباحث الجهاد، خطبات مجاهد، نداء الفرسان لاهل البصيرة والايمان ، دروس الجهاد ، تحفة الاحرار

دینی دعوت اور شریعت کے نفاذ کی کوشش:

شیخ دوست محمد شہید رحمہ اللہ اگرچہ افغانستان صوبہ نورستان کے رہنے والے تھے۔ مگر ڈیورنڈ لائن کے دونوں جانب لوگوں میں انہیں مقبولیت حاصل تھی۔ لوگوں کا ان پر اعتماد تھا۔ باجوڑ اور آس پاس کے علاقوں میں وہ ایک ممتاز اور صاحب علم شخصیت کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کا اصل مشغلہ دینی درس وتدریس تھا۔ اس کے ساتھ معاشرے کی اصلاح اور شریعت کے نفاذ کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ مسلمانوں کے موجودہ خراب حالات کے ذمہ دار دنیا پر حاکم غیر شرعی اور ظالمانہ مغربی نظام ہیں۔ مسلمانوں کی عزت اور سربلندی کا دور تب ہی واپس آسکتا ہے جب اسلامی ممالک میں صدر اسلام کے دور کا نظام قائم کردیا جائے۔ مسلمانوں پر حاکم صرف اسلامی قانون اور شریعت کو ہونا چاہیے۔ اور شریعت جو ہمہ پہلو اور ایک مکمل نظام ہے اس پر عمل کیا جائے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ بہت پہلے سے اس بات کے خواہشمند تھے کہ اسلامی امارت یا خلافت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ افغانستان میں جب طالبان کی تحریک اٹھی اور خلافت کے منہج پر اسلامی نظام کی بنیاد رکھی گئی۔ شیخ دوست محمد شہید رحمہ اللہ نے ہر حوالے سے تحریک کا بھرپور تعاون کیا۔ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں شامل ہوگئے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے ہاتھوں پر بیعت کی اور شہادت کے لمحے تک اس بیعت پر قائم رہے۔ شیخ صاحب جو اس وقت دینی علوم کی تدریس فرمارہے تھے اپنے اثر ورسوخ کی بناء پر انہوں نے بڑی جہادی خدمات انجام دیں۔ کنڑ اور نورستان کے کچھ علاقوں میں امارت اسلامیہ کے حوالے سے غلط پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا اور کچھ لوگ چاہتے تھے کہ امارت اسلامیہ کے خلاف عوام کو ابھاریں۔ مگر شیخ صاحب نے اپنے دعوتی مہم کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کی۔ اسلامی نظام کے فائدے بتائے اور اس کی ضرورت کا احساس دلایا۔ یہاں تک کہ وہاں اکثر عوام پورے اخلاص سے مجاہدین کی حمایت کرنے لگے۔ انہوں نے اپنی دعوتی مہم میں کنڑ اور نورستان کے مختلف علاقوں کے دورے کیے اور بہت سے مخالف رہنماؤں کو مذاکرات اور دعوت کے ذریعے امارت اسلامیہ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر راضی کردیا۔ نورستان کا ضلع کامدیش کی جنگ کے بغیر فتح شیخ صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

امریکی جارحیت کے خلاف جہاد:

جب امریکی جارحیت پسندوں نے افغانستان پر حملہ کیا اور اس کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز ہوگیا۔ شیخ دوست محمد صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے پوری جرأت اور سنجیدہ فکر سے مالی، دعوتی اور مسلح جہاد کا آغاز کردیا۔ انہوں نے امریکی جارحیت کے وقت باجوڑ ایجنسی اور افغانستان کے دیگر سرحدی علاقوں میں سینکڑوں عام افراد کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ اس کے علاوہ انہوں

نے مجاہدین کے لیے وسیع پیمانے پر مالی تعاون کی مہم بھی چلائی۔

امریکی جارحیت کے آغاز کے وقت باجوڑ، مالاکنڈ، کنڑ اور نورستان کے دیگر مضافاتی علاقوں سے شیخ صاحب کی دعوت پر ہزاروں مجاہدین نفیر عام کی صورت میں دشمن کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے اور اسلام کے لیے ہر طرح کی قربانی کا وعدہ کیا۔ جن میں سے کچھ جہاد کے میدان میں بھی گئے۔ اس بڑے عوامی جہادی تحریک اور نفیر عام میں شیخ دوست محمد صاحب کا بھی بڑا کردار رہا۔ بعد میں جب کابل امریکیوں کے زیر تسلط آگیا تب بھی شیخ صاحب آرام سے نہیں بیٹھے بلکہ ہر وقت جہادی کوششوں میں مصروف رہے جارحیت کے ابتدائی سالوں میں شیخ صاحب ہمیشہ اس کوشش میں تھے کہ عوام میں جہادی روح بیدار کی جائے۔ اسی مقصد کے لیے انہوں نے آڈیو تقریریں ریکارڈ کرائیں، تحریری پیغامات اور خطوط تیار کیے اور پھر انہیں عوام میں پھیلادیا۔ تاکہ لوگ جہاد کی فرضیت سے واقف ہوجائیں اور امریکیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے لیے ایک محاذ تشکیل دیا اور صوبہ نورستان میں جہادی کارروائیوں کا آغاز کردیا۔

صوبہ نورستان جو افغانستان کی سطح پر امریکیوں کے خلاف ایک مضبوط مورچہ سمجھا جاتا ہے۔ اس صوبے کی جہادی تحریک کی قیادت شیخ صاحب کرتے رہے۔ شیخ دوست محمد صاحب امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں صوبہ نورستان کے گورنر یا جہادی ذمہ دار کی حیثیت سے فرائض نبھاتے رہے۔ وہ نورستان اور تمام مجاہدین کے استاد اور رہنما تھے کیوں کہ اس صوبے کے تقریبا تمام جہادی گروپوں کے امیر ان کے شاگرد رہے تھے۔ جنہوں نے جہاد شروع بھی ان کی ہدایت پر ان کی قیادت ہی میں کیا تھا۔ اس لیے نورستان کی جہادی کامیابیاں شیخ صاحب کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ شیخ صاحب کی محنت اور جدوجہد سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے وہاں جو فتوحات حاصل کیں یہاں اس کا مختصر تذکرہ کیا جارہا ہے۔

شیخ صاحب کی قیادت میں نورستان کی فتوحات:

24 جولائی 2002 کو جب امریکی فوج نورستان میں داخل ہوئی تو کامدیش کے علاقے میں مجاہدین نے مارکونڈہ میں ایک امریکی مرکز پر حملہ کردیا جس میں 14 خارجی فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ جس کے نتیجے میں امریکی اس علاقے سے فرار ہوگئے۔

2 جون کو ضلع کامدیش کے علاقے کوٹیا میں مجاہدین نے دشمن پر کامیاب حملہ کیا۔ نورستان میں مجاہدین کی جانب سے امریکیوں پر ہونے والا یہ سب سے بڑا حملہ تھا۔ اس جنگ میں مجاہدین کے ہاتھوں جنرل براؤن نامی بڑا امریکی فوجی جنرل بھی ہلاک ہوگیا جس کی لاش اور اسلحہ بھی مجاہدین کے ہاتھوں میں آگیا۔

اگست 2007 کو ضلع وانت وائیگل میں ایک اہم جہادی رہنما مولوی حضرت عمر فاروقی اپنے 150 ساتھیوں کے ساتھ ارنس گاؤں میں بڑے امریکی ائیر بیس کے گرد لگے خاردار تاروں اور حفاظتی مورچوں کو کراس کرتے ہوئے ائیر بیس میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ ائیر بیس میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے امریکی فوجیوں اور نیشنل آرمی کے اہلکاروں پر حملہ کردیا۔ یہ حملہ 2 گھنٹے تک جاری رہا جس کے نتیجے میں ائیر بیس طالبان کے ہاتھوں فتح ہوگیا اور گاؤں کے وہ لوگ جو نیشنل آرمی میں شامل ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس حملے میں 16 امریکی اور 14 نیشنل آرمی کے فوجی ہلاک ہوگئے۔ مولوی فاروقی اور ان کے پانچ ساتھی بھی اس جنگ میں شہید ہوگئے۔ جنگ کے آخر تک امریکی ائیر بیس خالی کر کے وہاں سے فرار ہوگئے۔

> شیخ صاحب کے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ شیخ صاحب نے شہادت سے چند دن قبل مجھے اپنا خواب سنایا تھا ان کا کہنا تھا کہ "ہمارے ایک شہید ساتھی اور ان کے ایک شاگرد (واما گاؤں کے رہنے والے مولوی سلمان، جو حضرت کی شہادت سے ایک سال قبل شہید ہوچکے تھے) وہ گھوڑے پر سوار ہیں۔ ایک گھوڑا انہوں نے میرے لیے تیار کر رکھا ہے، اپنے ساتھ لے کر آرہے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں" شیخ صاحب چلو یہ گھوڑا آپ کے لیے لائے ہیں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں میں گھوڑے پر بیٹھا اور ان کے ساتھ روانہ ہوگیا"۔

5 رجب 1429ھ ق کو ضلع وانت وائیگل کے علاقے ججگل میں جارحیت پسندوں کا بہت بڑا مرکز جو اسٹریٹجک حوالے سے انتہائی اہم تھا۔ مجاہدین کے مسلسل حملوں سے خالی ہوگیا اور بہت سا غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

13 جولائی 2008 کو مجاہدین نے وانت کے مرکزی ائیر بیس پر بہت بڑا کامیاب حملہ کیا جس میں درجنوں امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔

2008 ہی میں ضلع کامدیش کے علاقے گوہر دیش میں ڈبہ بیس پر مجاہدین نے کامیاب حملہ جس کے نتیجے میں 16 خارجی اور داخلی فوجی ہلاک ہوگیا اور آخر میں جارحیت پسندوں نے یہ ائیر بیس خالی کردیا۔

ذی قعدہ 1430ھ ق کے مہینے میں 500 مجاہدین نے کامدیش میں تین بڑے مراکز اور مڑو، کمو اور شرپیٹ پر گروپ حملہ کیا۔ جس میں 67 خارجی اور 9 داخلی فوجی ہلاک ہوگئے۔ اور 43 پولیس اور نیشنل آرمی کے اہلکار قیدی بن گئے۔ آخر میں ضلعی کمشنر آفس، پولیس ہیڈ کوارٹر، مرکزی ائیر بیس اور

دیگر دفاعی چیک پوسٹ مکمل طور پر مجاہدین کے ہاتھوں میں آ گئے۔ ان کامیاب آپریشنوں نے افغانستان کے عام حالات پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ مغربی ذرائع ابلاغ پر امریکی کامیابیوں کے حوالے سے ہونے والا سارا جھوٹا پروپیگنڈا جیسے دریا برد ہو گیا۔ یہاں تک کہ امریکیوں کے سربراہ جنرل میک کرسٹل نے کہا کہ مزید 40 ہزار فوجی اگر افغانستان نہ بھیجے گئے، بہت جلد پورے افغانستان میں ہمیں نورستان کی سی صورتحال کا سامنا ہو گا۔

13 نومبر 2009 کو ضلع برگتال کے علاقے بدین شاہ میں خارجی اور داخلی فوجیوں نے رات کو جارحیت کی۔ جارحیت کے کچھ دیر بعد مجاہدین کی جانب سے سخت مزاحمت شروع ہو گئی۔ یہ مقابلہ 6 گھنٹے تک جاری رہا جس میں 80 خارجی اور داخلی فوجی ہلاک ہو گئے۔

29 مئی 2010 کو مجاہدین نے ضلع برگتال میں کامیاب حملہ کیا جس میں یہ ضلع مکمل طور پر دشمن کے وجود سے خالی ہو گیا۔

6 اپریل 2008 ضلع دوآب کے گاؤں شوک پر خارجی جارحیت پسندوں نے جارحیت کر دی۔ علاقے کے مجاہدین کی جانب سے انہیں سخت مزاحمت کا سامنا ہوا جس کے نتیجے میں دشمن کے دو ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گئے اور بالآخر دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اس معرکے میں دشمن کے بہت سے جنگی وسائل مجاہدین کے ہاتھ آئے۔

2011 میں مجاہدین نے ضلع دوآب پر گروپ حملہ کر دیا۔ بہت دیر تک جاری رہنے والے اس جنگ کے بعد یہ ضلع مکمل طور پر فتح ہو گیا اور بہت زیادہ مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آ گیا۔

7 نومبر 2012 کو ضلع نورگرام کے علاقے کلہ گوش میں جارحیت پسندوں نے اپنا بڑا پی آر ٹی اس کی سٹریٹجک اہمیت کے باوجود مجاہدین کے مسلسل حملوں کے باعث خالی کر دیا۔

18 جولائی 2008 کو غازی آباد کے مجاہدین نے ڈب بروڑہ کے علاقے میں خارجی جارحیت پسندوں کے خلاف کارروائی کی۔ جس میں 15 عدد ٹینکوں میں سے 8 مکمل تباہ ہو گئے۔ جس میں سوار تمام فوجی آگ میں جھلس گئے۔ اس کامیاب حملے میں دو بڑے امریکی عہدیدار بھی ہلاک ہو گئے۔

21 مئی 2009 کو مجاہدین نے نیش گام گاؤں کے ساتھ بننے والے کمشنر آفس پر گروپ حملہ کر دیا۔ اس حملے میں 12 خارجی فوجی اور 7 نیشنل آرمی کے اہلکار ہلاک ہو گئے۔ ترجمان (جاسوس) سمیت نیشنل آرمی کے 12 اہلکار زندہ پکڑے گئے۔ اور مذکورہ مرکز اور چیک پوسٹ مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔

اسی طرح 2011 میں ضلع کامدیش کے علاقے گوہریش میں پانچ چیک پوسٹوں پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ یہ حملہ صبح صادق سے 11 بجے تک جاری رہا جس میں سرحدی پولیس کے 37 اہلکار ہلاک اور کئی زندہ گرفتار کیے گئے۔ اور مذکورہ پانچ چیک پوسٹیں مکمل فتح ہو گئیں۔

مذکورہ بالا کارروائیاں جنہیں معاصر افغان جہاد کی اہم کارروائیوں میں سے شمار کیا جاتا ہے ان میں شیخ صاحب باقاعدہ طور پر شریک رہے یا شیخ صاحب رحمہ اللہ کے مشورے اور راہنمائی سے یہ ساری کارروائیاں کی گئیں۔ یہ اور اس کے علاوہ دیگر تاریخی آپریشنوں کی برکت سے صوبہ نورستان میں جارحیت پسندوں کا فوجی زور ٹوٹ گیا۔ اور نورستان وہ پہلا صوبہ ہے جہاں سے جارحیت پسند خارجی دشمن کی پسپائی کا آغاز ہوا۔

شیخ دوست محمد صاحب کی شہادت:

شیخ دوست محمد صاحب کی جہادی زندگی اور معمول یہ تھا کہ جن علاقوں کے وہ ذمہ دار تھے انہیں میں گشت کرتے۔ گاؤں گاؤں جا کر عوام سے ملتے ان کا حال معلوم کرتے۔ ہر محاذ پر جا کر مجاہدین سے ملاقات کرتے ان کی رہنمائی کرتے اور ان کے مسائل اور مشکلات سنتے۔ انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور کبھی کبھی قرآن کریم کا درس بھی دیتے۔ اس طرح لوگوں کے دینی مسائل اور استفتاء کا جواب بھی دیتے۔

شیخ صاحب کی شہادت سے قبل انہوں نے ایک ایسا خواب دیکھا کہ جس کی تعبیر انہوں نے شہادت کی بشارت سے نکالی۔ اور بالآخر یوں ہی ہوا اور وہ کچھ ہی دنوں میں دشمن کے حملے میں شہید ہو گئے۔ ان کے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ شیخ صاحب نے شہادت سے چند دن قبل مجھے اپنا خواب سنایا تھا ان کا کہنا تھا کہ "ہمارے ایک شہید ساتھی اور ان کے ایک شاگرد (واما گاؤں کے رہنے والے مولوی سلمان، جو حضرت کی شہادت سے ایک سال قبل شہید ہو چکے تھے) وہ گھوڑے پر سوار ہیں۔ ایک گھوڑا انہوں نے میرے لیے تیار کر رکھا ہے، اپنے ساتھ لے کر آ رہے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں" شیخ صاحب چلو یہ گھوڑا آپ کے لیے لائے ہیں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں میں گھوڑے پر بیٹھا اور ان کے ساتھ روانہ ہو گیا"۔

دشمن ہر وقت شیخ صاحب کے تعاقب میں رہا۔ کئی بار ان پر چھاپے پڑے۔ 2011 کے آواخر میں دو مرتبہ ان پر ڈرون طیاروں کے حملے ہوئے۔ کئی بار ان کی شہادت کی جھوٹی افواہیں پھیلائی گئیں مگر ان سارے خطرات کے باوجود حضرت ان جہادی سرگرمیوں سے باز نہ آئے اور پوری بہادری سے ماضی کی طرح نورستان میں اپنی جہادی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

یہاں تک کہ 2 صفر 1434ھ ق کو صوبہ نورستان کے علاقے شملی گل میں جب وہ ایک گھر کے سامنے ایک چھپر کے نیچے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شرعی مسئلے کے حل کے لیے اپنے لیپ ٹاپ میں مطالعہ کر رہے تھے کہ دشمن کے ڈرون طیارے کی بمباری میں اپنے ساتھی محمد طاہر اور ایک دوسرے نوجوان سمیت شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ایک مغالطے کا ازالہ

اکرم تاشفین

روس کے خلاف افغانوں کا جہاد، امریکا کا تعاون اور روس کی شکست۔ یہ موضوع اب شاید مزید اس قابل نہیں کہ اس پر بحث و مباحثہ کا میدان گرم رکھا جائے کیوں کہ "اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا"۔ دنیا بھر میں تیزی سے بدلتے حالات میں عالم اسلام کو اس وقت جن فکری اور نظریاتی چیلنجوں کا سامنا ہے ایسے حالات میں روس کی شکست کے پارینہ قصے دہرانا ضیاع وقت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ تاریخ کے اس حساس عصر میں مسلمان اہل فکر و قلم کو آگے بڑھتے رہنا چاہیے اور مسلمانوں خصوصاً نوجوان نسل کو جن فکری پیچیدگیوں کا سامنا ہے ان گتھیوں کو سلجھاتے رہنا چاہیے۔ آج کی نشست میں روس کے خلاف افغانوں کی مزاحمت کا قصہ دہرانے کا مقصد ایک مغالطہ کا ازالہ کرنا ہے جو عموماً ہمارے نوجوانوں کو ہمارے اہل قلم کی جانب سے دیا جاتا ہے۔ ہمارے ایک دانشور اور کالم نگار صاحب نے گذشتہ دنوں ایک معروف روزنامے میں یہی مغالطہ دہرایا۔ انہوں نے اس بات کا ایک بار پھر تکرار کیا کہ سوویت یونین کو شکست دراصل امریکا نے دی تھی اور افغان عوام اس جنگ کی بھٹی میں جلنے والے ایندھن کے طور پر استعمال کیے گئے۔ وہ اس بات پر نالاں تھے کہ "روس کا سوشل ازم دنیا بھر میں یورپ کے سرمایہ دارانہ نظام میں نقب لگا چکا تھا اور ہر میدان میں سرمایہ داریت کو چیلنج کر رہا تھا۔ سوویت یونین کے خاتمے سے امریکا کے لیے دنیا بھر میں میدان صاف ہو گیا اور وہ چند ارب ڈالر خرچ کر کے واحد سپر پاور بن بیٹھا۔ اور مسلمان واحد سپر پاور کے پنجے میں آ گئے"۔

مذکورہ کالم نگار صاحب نے یہ بات ذرا طویل الفاظ میں کی ہے ہم نے ان کا خلاصہ یہاں لکھا ہے۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ کیوں ایک اچھا تجزیہ کار حقائق سے نظریں پھیرتا ہے؟ کسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ہم ایک ہی جانب اور ایک ہی زاویے سے کیوں کسی معاملے کو دیکھتے ہیں؟ معاملے کا ایک پہلو بے شک یہی ہے کہ امریکا اور روس ایک دوسرے کے بڑے حریف تھے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ امریکا اور روس دونوں اپنے ساتھ ایک خاص نظام بھی لیے ہوئے دنیا پر چھا جانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس میں بھی کوئی دو رائے نہیں کہ روس کی شکست امریکا کی فتح تھی اور امریکا کی شکست روس کی فتح۔ کیوں کہ اس وقت دونوں ممالک اور دونوں نظام دو مقابل قطب بن کر دنیا کے افق پر کھڑے تھے۔ گویا دونوں ترازو کے الگ الگ دو پلڑوں میں تھے۔ ایک کا بھاری ہونا یقینی طور پر دوسرے کا ہلکا ہونا تھا۔ یہ ایک بدیہی معاملہ تھا جس سے کوئی مفر بھی نہ تھا۔ اس زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو وہی بات کسی حد تک ٹھیک لگتی ہے جو مذکورہ صاحب نے کی مگر اس معاملے کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ اور یہی وہ پہلو ہے جس سے آج تک ہمارے مصنفین اور رائٹرز صرف نظر کرتے آرہے ہیں۔ وہ یہ کہ اشتراکیت اور سرمایہ داریت کی جنگ کو افغانستان میں ایک افغان کی نظر سے دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔

1979 کو روس نے افغانستان پر حملہ کیا۔ اس وقت افغانوں کے سامنے ایک ہی سوال تھا کہ روسی جارحیت کے مقابلے میں کیا کیا جائے؟ افغانوں میں کچھ تو وہ تھے جو روسی جارحیت سے قبل ہی اس کے اشتراکی نظریے کے حامی بن گئے تھے۔ ایسے لوگوں کے لیے روس کا افغانستان پر قبضہ کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھا۔ کیوں کہ ایسے لوگوں کو اپنے مفادات کی تکمیل کا ایک بہترین موقع ہاتھ آگیا تھا۔ مسئلہ تو ان دیندار مسلمانوں کا تھا جنہوں نے کمیونزم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ خلق و پرچم کے کمیونسٹوں کے علاوہ اکثر افغان عوام کے سامنے اب بس یہی سوال تھا کہ روسی جارحیت کے بعد کیا کیا جائے؟ ان کے سامنے دو مسائل تھے جو بار بار انہیں اپنے آپ سے یہ سوال دہرانے پر مجبور کر رہے تھے۔ پہلا مسئلہ تھا روسیوں اور ان کے کٹھ پتلی کمیونسٹوں کے بے انتہا مظالم۔ وحشیانہ مظالم کی یہ کہانیاں آج بھی لوگوں کو ازبر ہیں۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا جن لوگوں نے روسیوں کے مظالم سہے وہ نسلیں آج بھی زندہ ہیں۔ ایسے حالات میں جب محض اسلام پسندی کی بنا پر ہی لوگوں کا قتل عام کیا جائے، مال و املاک چھین لیے جائیں اور اشتراکی نظریے کے علاوہ کسی بھی عقیدے کا نام لینا جرم بن جائے، انسان نما وحشی درندوں کے غول گھر کی دہلیز پار کر کے آپ کے حرم میں داخل ہوں۔ بیٹی، بہن اور بیوی کی عزت محفوظ نہ ہو۔ صبح اٹھیں تو شام تک یقین نہ ہو کہ کب یہ خون آشام درندے آئیں اور معصوم بیٹی کی عصمت کی چادر تار تار کر کے چلے جائیں۔ ایسے سینکڑوں واقعات ہوئے کہ روسی فوجی ہیلی کاپٹر میں آئے، چھاپہ مار کر چلے

گئے۔ جاتے جاتے گاؤں کی دوشیزاؤں کو ریوڑ کی شکل میں ہنکا کر لے گئے۔ اور پھر جب ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا تو ان کے کپڑے ہوا میں لہراتے ہوئے نیچے گرے اور صحراؤں اور ریگستانوں میں بکھر گئے۔ قرآن کریم کی بے حرمتی، مساجد کی تباہی، کیا کیا مظالم ہیں جو میری مظلوم قوم نے نہ سہے ؟!! کتنے بے آسرا والدین کے جوان بیٹوں کی لاشیں ان کے کندھوں پر لادی گئیں۔

افغانوں کا دوسرا مسئلہ فکری اور نظریاتی تھا۔ دراصل اشتراکیت اور سرمایہ داریت کے نام سے دنیا میں جو جنگ چل رہی ہے جس میں روس کی شکست کے بعد آج بظاہر سرمایہ داریت ہی کا تسلط قائم ہے، یہ جنگ دو نظاموں کی نہیں تین نظاموں کی جنگ ہے۔ یعنی اشتراکیت، سرمایہ دارانہ نظام اور اسلام۔ اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کی جنگ تو ظاہر ہے کہ معاشی اور عسکری اعتبار سے دنیا کی دو طاقتور قوتیں ان نظاموں کے پشت پر ہیں اس لیے ان کی قوت سب کے سامنے ہے۔ جبکہ تیسرا فریق اسلام اگرچہ بظاہر اس کا علمبردار کوئی مضبوط معاشی یا عسکری ملک نہیں جس کی وجہ سے دنیا میں سرمایہ داریت یا اشتراکیت کی طرح اسے بھی غلبہ ملے مگر روس اور امریکا دونوں اس راز سے واقف ہیں کہ اسلام دنیا میں ایک تیسرے مضبوط نظام کی حیثیت سے ابھرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ابھرنے کی یہ صلاحیت اس کے بیرونی عوامل نے اسے نہیں بخشی بلکہ فی ذاتہ یہ ایک مکمل نظام ہے جو دنیا کی کامیاب رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے بظاہر "رنگ" میں نہ ہونے کے باوجود اشتراکیت اور سرمایہ داریت نے اسے اپنے لیے خطرہ سمجھا۔ روس کی شکست کے بعد امریکیوں نے کہا تھا "اب ہمارے سامنے اسلام ہی واحد خطرہ ہے جو ہماری راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے" اور یہی بات روس کے لاشعور میں بھی کہیں موجود تھی یعنی وہ امریکا کے بعد اسلام ہی کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اس لیے روس کا اشتراکی نظریہ امریکا کے سرمایہ دارانہ نظام کے لیے جتنا بڑا خطرہ تھا اپنے دوسرے حریف اسلام کو بھی وہ اتنا ہی بڑا دشمن سمجھتا تھا۔

عام طور پر ہمارے دانشور سرمایہ دارانہ نظام کی دشمنی کی بات تو کرتے ہیں مگر روس کی اسلام دشمنی کو یکسر بھول ہی جاتے ہیں۔ افغانستان آنے سے قبل روس نے وسطی ایشیائی ممالک پر قبضہ کیا تھا۔ وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ روس نے جو کیا اس کی تاریخ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کاش ہمارے دانشور افغانستان پر تبصرہ کرنے سے پہلے وسطی ایشیائی ممالک میں ہونے والے روسی مظالم کی بھیانک تاریخ پڑھ لیں۔ روس کی مزاحمت صرف افغانوں نے نہیں کی، وسطی ایشیائی ممالک قفقاز اور چیچنیا وغیرہ میں روس کے خلاف بڑی مزاحمتی تحریکیں چلیں۔ قفقاز میں امام شامل اور چیچنیا میں شامل بسایوف نے بھی روس کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ ان کی جنگیں بھی سالہا سال پر محیط رہیں، مگر افسوس وہ کامیاب نہ ہو سکیں اور سوویت یونین کی شکست وریخت افغانوں کے ہاتھوں لکھی گئی تھی۔ افغانستان میں سوویت یونین کو اشتراکیت کے علاوہ اور کوئی نظریہ قبول ہی نہ تھا۔ ماہنامہ شریعت میں شائع ہونے والے ہمارے ایک دوست کے مضمون کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے جنہوں نے اس صورتحال کا بہت جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"افغان اتنے پاگل تھے اور نہ اس حد تک زندگی ان پر بوجھ تھی کہ کسی لایعنی مقصد کے لیے دو ملین بھائیوں اور بیٹوں کی قربانی دیتے۔ کمیونسٹ یلغار کے بعد افغانوں کو بڑے اندرونی و بیرونی دشمن کا سامنا تھا۔ افغانوں کے وطن پر سیلاب بہہ نکلا تھا، اور انہیں اپنے سب سے بڑے سرمائے یعنی اسلامی عقیدے کے خاتمے کا خطرہ درپیش تھا۔ افغانستان کا شمالی طاقتور پڑوسی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ طوعاً و کرہاً افغان بچے، بڑے، مرد اور عورت کے ذہن کو مارکس ازم کے دہری عقیدے کا انجکشن لگایا جائے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، مسواک، اذان، مسجد، قرآن، اللہ، رسول، مذہب اور تمام عربی اصطلاحات کو عقیدے اور عمل سے نکال دیا جائے۔ افغانوں کو روسی تعاون کے بدلے اپنا ڈیڑھ ہزار سالہ قبلہ لینن گراڈ کی جانب موڑ لینا چاہیے، کیوں کہ نئی مارکسسٹ معاشرے کا یہی تقاضہ ہے۔ بریگ نوف نے کہا" کمیونزم کے پڑوسیوں کو صرف کمیونسٹ ہی ہونا چاہیے اور بس"۔ یہی واقعہ اور یہی یک طرفہ کفری یلغار تھا جس نے افغانوں کو دیوار سے لگا دیا۔ کسی طرح کا استثناء، کوئی راستہ اور کوئی مصلحت افغان عوام کے لیے نہ چھوڑی گئی۔ بریگ نوف نے حفیظ اللہ امین کی زبانی اعلان کیا کہ" دو کروڑ مخالفین کو قتل کر دینا چاہیے تاکہ 61 ہزار افراد پر مشتمل معاشرے کے لیے راہ ہموار ہو جائے"۔ افغان عوام مجبور

> افغانوں نے جب اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھائے تو کوئی بھی امریکی ان کے درمیان موجود نہیں تھا جو انہیں یہ راستہ دکھا رہا تھا۔ افغان حریت پسندوں نے اگر اس وقت ہتھیار اٹھائے تو وہ صرف روسی مظالم اور اسلام دشمنی تھی جس نے افغانوں کو لڑنے پر مجبور کر دیا۔ افغان مجاہدین نے جہاد کا آغاز سوکھے پیٹ اور پرانے ہتھیاروں سے کیا تھا۔ وہ بوتل سے گرنیڈ بنا کر روسی لشکر کا ٹینک اڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کلہاڑی، بیلچہ اور پتھر لے کر وہ روسی ٹینکوں کے سامنے سینہ سپر ہو رہے تھے، کیوں کہ نہتے عوام کے پاس اب صرف یہی راستہ بچا تھا۔

تھے یا تو عقیدے کی موت قبول کریں اور یا جسمانی موت۔ چونکہ جسمانی موت آسان ہے اور اس کا انجام بھی عقیدے کی موت کے بہ نسبت صرف ظاہری اور وقتی ہے اس لیے ڈیڑھ ملین افغانوں نے جسمانی موت کو گلے لگالیا تاکہ اپنی قوم کو عقیدے کی موت سے بچاسکیں"۔

افغانوں نے جب اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھائے تو کوئی بھی امریکی ان کے درمیان موجود نہیں تھا جو انہیں یہ راستہ دکھا رہا تھا۔ افغان حریت پسندوں نے اگر اس وقت ہتھیار اٹھائے تو وہ صرف روسی مظالم اور اسلام دشمنی تھی جس نے افغانوں کو لڑنے پر مجبور کردیا۔ افغان مجاہدین نے جہاد کا آغاز سوکھے پیٹ اور پرانے ہتھیاروں سے کیا تھا۔ وہ بوتل سے گرنیڈ بناکر روسی لشکر کا ٹینک اڑانے کی کوشش کررہے تھے۔ کلہاڑی، بیلچہ اور پتھر لے کر وہ روسی ٹینکوں کے سامنے سینہ سپر ہورہے تھے، کیوں کہ نہتے عوام کے پاس اب صرف یہی راستہ بچا تھا۔

افغانوں کی مزاحمت کے آغاز کے بعد دنیا کے سامنے ایک نیا منظر نامہ بن رہا تھا۔ ایک جنگ چھڑ گئی تھی جس میں ایک جانب دنیا کی طاقت ور ترین قوت سوویت یونین اور دوسری طرف نہتے افغان عوام۔ جہاں دیگر حقائق قابل تسلیم ہیں وہاں یہ بات بھی مان لینی چاہیے کہ دونوں فریق اپنی اپنی تاریخ، مضافات و متعلقات، دوست و دشمن، اپنی اپنی ترجیحات اور اپنا اپنا بیک گراؤنڈ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے روس ایک عالمی سپر پاور تھا جس کی جنگ کے اثرات اس کے دوستوں اور دشمنوں سب پر پڑنے والے تھے۔ ایک جانب وسطی ایشائی ممالک تھے جو براہ راست روسی جارحیت کا شکار تھے۔ دوسری جانب پاکستان تھا جو افغانستان کے بعد روسی جارحیت کا شکار بننے والا تھا۔ پاکستان کے بلوچستان اور کراچی کے ساحلوں سے ٹکرانے والے بحیرہ عرب کے اس پار عرب ممالک پھیلے ہوئے ہیں جن کا خیال تھا کہ روس کی استعماری جدوجہد کا اصل ہدف عرب ممالک ہی ہیں جہاں سوشل ازم کے بڑے حریف مذہب "اسلام" کے روحانی مرکز کے ساتھ ساتھ تیل کے وسیع ذخائر بھی ہیں۔ دوسری طرف مغربی یورپی ممالک تھے جو سرمایہ دارانہ نظام کے حامی تھے اور روس کو اپنا فطری حریف سمجھتے تھے۔ ادھر سوویت یونین تھا کہ پوری دنیا کو تاراج کرنے کا سودا سر میں لیے بے لگام ہو کر نکل پڑا تھا۔

"دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے" اس لیے سوویت یونین کے ہر بدخواہ کی خواہش تھی کہ افغانوں کے ہاتھوں سوویت روس کی شکست ہوجائے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ روس کے عتاب اور قہر آلود نگاہوں کے سامنے کسی کا بس بھی نہ چلتا تھا۔ اس لیے افغانوں کی جنگ شروع ہونے کے بعد ایک عرصہ تک دنیا دم بخود کھڑی دیکھتی رہی۔ سوویت یونین کے رعب اور دبدبے کے سامنے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ یوں علی الاعلان افغانوں کی مدد کے لیے آگے آتا۔ افغان مجاہدین کو امداد پہلے دن ہی سے ملنا شروع نہیں ہوئی۔ ساری دنیا اس انتظار میں تھی کہ یہ جنگ آگے جاکر کیا رخ اختیار کرے گی؟ کسی کو یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ افغان اتنا مضبوط عزم لے کر اٹھے ہیں کہ روس اپنی تمام تر درندگی کے باوجود انہیں شکست نہیں دے سکے گا۔ آخر یہ انہونی بھی ہونی ہوگئی، دنیا کو یقین آگیا کہ افغانوں کی مزاحمت کوئی وقتی وبال یا دو روزہ جذبہ انتقام نہیں۔ تب ہی افغانوں کی جانب عرب دنیا اور امریکا نے تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ فکری اعتبار سے یہ تعاون تین دشمنوں میں سے ایک طاقتور دشمن کے خلاف دو کا آپس کا اتحاد تھا جس میں ایک نے اپنا سر پیش کیا کیوں کہ اس پاس اس کے سوا کچھ تھا ہی نہیں، دوسرے نے اپنی ٹیکنالوجی پیش کی کیوں کہ سر جاتے ہوئے اس کی جان جاتی ہے۔

یہ تھا وہ باعث جس نے افغانوں کو ہاتھوں میں ہتھیار تھمادیے، شریف النفس افغانوں کے خلاف روس نے ہی سازشوں کے جال بنے تھے اور پھر خود ہی جارحیت ہی کی تھی اس کے باوجود بھی ہمارے دانشوروں کے پاس لعنت ملامت کے لیے افغان عوام ہی ہیں روس کی تو جیسے معصومیت قسم کھانے کے قابل ہو۔ دنیا میں اگر کوئی اپنے حق کے لیے آواز یا ہتھیار اٹھائے تو ساری دنیا اس کی حمایت میں کھڑی ہوجاتی ہے۔ اس کو انصاف دلانے کی بات کی جاتی ہے، مگر ہم افغانوں نے اپنی آزادی اور حق کے لیے ہتھیار اٹھاکر ایسا کونسا بڑا گناہ کردیا کہ غیر تو غیر اپنے مسلمان بھی مسلسل کوستے چلے جارہے ہیں۔ سرخ ریچھ کو موت کی گھاٹ اتارنا کیا اتنا بڑا جرم ہے کہ بیس سال بعد بھی قابل معافی نہیں؟ روس کی تباہی سے اگر امریکا کو فائدہ ہونا تھا تو یہ اس جنگ کا خود بخود حاصل ہونے والا ایک ناگزیر نتیجہ تھا، افغانوں کی جنگ ہرگز اس مقصد کے لیے نہیں تھی۔ افغانوں نے اس وقت بھی اسلام کے دفاع کی جنگ لڑی، اس وقت بھی کافروں کو اسلام کا دشمن سمجھا، آج بھی کفر کو اسلام کا سمجھتے ہیں۔ آج ہم اس بات پر نالاں ہیں کہ امریکا کا کوئی حریف نہیں جو اسے نکیل ڈالے!؟ تو کیا روس جیسا وحشی مقابل ہونے کی صورت ہم مسلمان محفوظ اور پر امن رہ جاتے؟ دو عالمی طاقتوں کی رسہ کشی میں ہماری کمزور اقوام کیا پامال نہ ہوجاتیں؟ اسلام اور مسلمانوں کو آج جو پریشانیاں درپیش ہیں کیا اشتراکیت کے وجود سے وہ دوگنی نہ ہوتیں؟

اوپر کے سطور کا مقصد صورت حال کی تھوڑی سی وضاحت تھی۔

روس کے خلاف افغانوں کی جنگ میں افغانوں کو محض اینڈھن یا مجاہدین رہنماؤں کو امریکی آلہ کار کہنے سے قبل اس جنگ کو ایک عام افغان کی نظر سے دیکھا جائے، اور اس پہلو پر بھی سوچا جائے کہ اس وقت افغانوں کے پاس امریکا سے اسلحہ لے کر لڑنے کے سوا اور بچا بھی کونسا راستہ تھا۔

تحریر: سیف العادل احرار

امریکہ کی تسلط پسندانہ پالیسیاں

امریکہ دولت وطاقت کے نشے میں اس وقت دنیابھر میں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر فروغ دہشت گردی پر 450ارب ڈالر خرچ کررہاہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیابھر میں امریکہ سے نفرت میں تیزی سے اضافہ ہورہاہے کیونکہ امریکہ کی عالمی دہشت گردی کے باعث دنیابھر میں غربت، بھوک اور تنگدستی مسلسل بڑھ رہی ہے اور امریکی مفادات کے خلاف رفتہ رفتہ دنیابھر میں ایک رائے قائم ہورہی ہے مگرافسوس کامقام یہ ہے کہ خود کو دنیاکا تعلیم یافتہ ترین، مہذب اور انسانی حقوق کا چیمپئن قرار دینے والاامریکہ اب بھی حقائق سے لاعلم ہے یاشاید جان بوجھ کرایسا کررہاہے کیونکہ جان بوجھ کرایسا کرنے میں صرف اور صرف ایک وجہ سامنے آتی ہے کہ امریکہ مسلمانوں کے خلاف مذہبی منافرت رکھتاہے اور ہر قیمت پر مسلمانوں کوزیرنگین رکھناچاہتاہے۔امریکہ کی ان سب حماقتوں کے باعث آج امریکہ پر دنیاکاسب سے زیادہ قرض ہے اور امریکی معیشت کسی بھی وقت زمین بوس ہوسکتی ہے جس سے اس کی بناوٹی شان وشوکت کاجنازہ نکل جائے گا۔

امریکہ کامعاشی عروج تقریبا60سال قبل تھاجب ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی عمارت امریکہ کی عظمت کے طور پر تعمیر کی گئی اور امریکہ نے ورلڈبینک، یوایس ایڈ، آئی ایم ایف اور بہت سارے بینک اور کارپوریشنز قائم کیں جو دنیابھر میں امدادی کاموں میں اپنا کرادا کرتے ہیں، اور امریکی بڑے فخر سے اپنے ان اداروں کی خدمات کاڈھنڈورا پیٹتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور ان اداروں کی خدمات سے استفادہ حاصل کرنے والے ممالک کی عوام سے پوچھیں توپتہ چلے گاکہ یہ امریکی ادارے دنیابھر میں کس قدر فلاحی کام کررہے ہیں؟ ورلڈبینک، ایشیائی ترقیاتی بینک، آئی ایم ایف وغیرہ دنیاکے پسماندہ ممالک کی معیشت کوبذریعہ سودی قرض بنام امداد بہتر بنانے کے لئے وجود میں لائے گئے تھے۔حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاں جہاں انہوں نے قدم رکھاوہاں پر سکھ اور چین توکیاآناتھا، رہی سہی عافیت، اطمینان اور سکون بھی رخصت ہوگیا۔ان عالمی امدادی اداروں نے جس کو بھی امداد فراہم کی وہ کبھی اپنے پاوں پر کھڑانہیں ہوسکابلکہ اگرکسی نے اپنے پاوں پر کھڑاہونے اور ان کے مکارانہ امدادی قرض سے جان چھڑانے کی کوشش کی تواسے دنیاکے لئے عبرت کانشان بنادیاگیا۔عراق کے پاس مہلک ہتھیاروں کے ذخیرہ کابہانہ بناکرہلاکو کے سقوط بغداد کی یادتازہ کردی۔کویت اور سعودی کوعراقی جارحیت سے ڈراکرتیل کے کنویں اپنے زیرتسلط کرکے اربوں ڈالر ہتھیالئے افغانستان پر قبضہ کرکے تاحال یہاں براجماں ہے اس کے علاوہ عرب ممالک میں جمہوریت کے نام پر فسادات شروع کروارکھے ہیں۔اسرائیلی کمپنیاں امریکہ اوریورپ کے کور میں وسطی ایشیامیں سرگرم ہوچکی ہیں، مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں کے بیچ مسلکی انتشار کابڑامقصد اسرائیل کی عالمی سیادت کاقیام ہے، لیکن افغانستان اور عراق کی صورتحال امریکی منصوبوں میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوئے۔حالات اب امریکہ کے کنٹرول میں نہیں رہے، ترکی کاچہرہ بدل چکاہے، عراقیوں نے مزاحمت کی تاریخ اپنے خون سے رقم کی اور افغانستان میں جدید تاریخ کی آخری سپرپاور شکست کھاچکی ہے۔

اگردہشت گردی کامطلب لوگوں کوخوفزدہ کرناہے توسب سے بڑادہشت گردتوخودامریکہ ہے، امریکہ جب چاہتاہے کہ کسی بھی ملک پر چڑھ دوڑتاہے اسے کوئی روکنے والانہیں ہے۔امریکہ کسی بھی وقت، کسی کوبھی دہشت گردقرار دے سکتاہے اگرپوری دنیاکاجائزہ لیاجائے توپتہ چلتاہے کہ کیادہشت گردی صرف مسلمان ملکوں میں ہی ہورہی ہے کیااسرائیل فلسطین

میں دہشت گردی نہیں کر رہا ہے، کیا برما میں مسلمانوں کو نہیں مارا جارہا، اقوام متحدہ کا کردار کئی لحاظ سے بحث طلب اور جانبدار نظر آرتا ہے، خاص طور پر مسلم ممالک کے ضمن میں اس کا کردار سوالیہ نشان پیدا کر دیتا ہے۔ سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کی ویٹو پاور مطلق العنانیت اور جابرانہ طرز عمل کی غماز ہے، اس کے پانچ ارکان میں کوئی بھی مسلمان ملک شامل نہیں، جبکہ ویٹو پاور جمہوری اقدار کی مکمل نفی اور جبر واستبداد کے فروغ کا باعث بنتی ہے۔ بوسنیا کے مسلمانوں کو بے دریغ تہہ تیغ کیا گیا، مگر کوسوو کے ظالموں کا ہاتھ کوئی نہ توڑ سکا۔ چیچنیا کے مسلمانوں پر روس کا ظلم واستبداد بھی کسی نے نہیں روکا، اس کے برعکس انڈونیشیا میں عیسائیوں کی ذرا سی شورش کو بنیاد بنا کر مشرقی تیمور علیحدہ کر دیا گیا۔ سوڈان کے ٹکڑے کرنے والا ایجنڈا ابھی اقوام متحدہ کی ہٹ لسٹ پر ہے۔

دنیا میں اس وقت سات ارب لوگ بستے ہیں، جن میں سے تقریباً ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں، جو دنیا کی مجموعی آبادی کا 23 فیصد بنتے ہیں۔ 57 کے قریب مسلمان ممالک موجود ہیں، مگر دنیا کے نظم میں کوئی خاطر خواہ حیثیت حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ مختلف ممالک اور جغرافیہ کے حامل براعظم مختلف تنظیموں میں صرف نظر آتے ہیں مثلاً نیٹو، دولت مشترکہ، یورپی یونین، آسیان، سارک، او آئی سی وغیرہ۔ مسلم ممالک بھی ان میں سے اکثر کے رکن ہیں مگر ایک زمانے میں فعال، موثر اور طاقتور پلیٹ فارم یعنی او آئی سی ایک کمزور، منتشر الخیال اور غیر موثر بن کر رہ گئی ہے، آپس کی ریشہ دوانیاں، خود غرضیاں اور ملوکیت طرز حکومت انتشار وافتراق کا موجب بنی ہوئی ہیں۔ ان سارے عوامل کو دیکھ کر مسلمان ممالک کو چاہیے کہ وہ اپنی ایک اقوام متحدہ یا مسلم بلاک بنائیں۔ کیا مسلمانوں کے پاس دنیا بھر کے وسائل نہیں ہیں۔ کیا مسلمانوں کی تعداد کسی سے کم ہے، اگر ضرورت ہے تو صرف اور صرف اتحاد کی ہے۔ 13 سالوں کے دوران امریکہ نے قبضہ اور اپنی تسلط پسندانہ پالیسیوں کے نتیجے میں بیش بہا وسائل اور انسانی اور فوجی سرمایہ مسلم اور مستضعف ممالک تک منتقل کر دیا ہے جس سے امریکہ کے گہرے مفادات بھی دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکے ہیں، دنیا بھر میں امریکہ خلاف نفرت تو عروج پر ہے ہی تاہم وہ وقت دور نہیں جب نفرت کا لاوا امریکی مفادات کو اپنے ساتھ بہالے جائے گا اور یہی وقت امریکہ کے سامراجی سورج کا وقت زوال ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو دنیا بھر میں کامیابی نصیب فرمائے اور افغان مجاہدین کی مدد فرمائے تاکہ دنیا ہمیشہ کے لئے امریکی شر سے محفوظ رہے۔

بقیہ از افغانستان فروری 2014 میں

خوف زدہ دشمن کی دھمکیاں:

سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کے لیے ہر طرح کے حربے آزمانے کے بعد امریکا نے کابل انتظامیہ پر دباؤ بڑھا دیا ہے۔ بارک اوبامہ نے 26 فروری بروز بدھ اپنے حکام کو حکم دیا ہے کہ افغانستان سے مکمل انخلاء کے منصوبے پر کام کریں

اس کے ایک روز بعد ناٹو کے سربراہ نے اعلان کیا کہ: اگر امریکا اور اور کابل انتظامیہ کے درمیان سیکیورٹی معاہدے پر اتفاق نہ ہوا تو ناٹو رواں سال کے آخر تک اپنے رکن ممالک کی افواج افغانستان سے نکال دے گا۔ فی الحال 33600 امریکی اور 19 ہزار ناٹو کے فوجی افغانستان میں موجود ہیں۔

ہم وطنوں کی عفت وعزت کی قیمت پر جارحیت پسندوں کا عدالتی تحفظ:

سیکیورٹی معاہدے کے ذریعے وحشی مجرموں کو عدالتی تحفظ دینے کے سلسلے میں 19 فروری بروز بدھ کابل انتظامیہ کے وزیر دفاع نے خبر دی کہ ممکن ہے آسٹریلین فوجیوں کو قانونی تحفظ دیا جائے۔ جس کا مطلب ہے کہ آسٹریلیا کے فوجیوں کو افغان عوام کو قتل کرنے اور ہر طرح کا ظلم وتشدد کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔ کابل انتظامیہ خارجی جارحیت پسندوں کو راضی رکھنے کے لیے کسی بھی قسم کے معاہدے اور معاملے سے دریغ نہیں کریں گے اگرچہ اس میں قوم وملت کی عزت اور عفت سب پامال ہو جائیں۔

بگرام سے قیدیوں کی آزادی:

کئی سالوں سے سینکڑوں ہم وطن بلا کسی جرم کے انسانی حقوق کے ٹھیکیداروں کی جیلوں میں قید وبند کی زندگی گزار رہے ہیں۔ حال میں بگرام کے بدنام زمانہ جیل کے اختیارات کابل انتظامیہ کو سونپے گئے۔ 10 فروری بروز پیر کابل انتظامیہ نے 65 بے گناہ افراد کو بگرام کی جیل سے آزاد کر دیا۔ اس واقعے کے خلاف بیرونی آقاؤں نے سخت رد عمل کا اظہار کیا اور کہا کہ ان قیدیوں کو کسی صورت آزاد نہیں کرنا چاہیے۔ امریکا نے اپنے رد عمل کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے وہ کرزئی انتظامیہ کے ساتھ اپنا تعاون روک لیں گے۔

حامد کرزئی بارہ سالوں تک جارحیت پسندوں کی حمایت میں لاتعداد جرائم کے ارتکاب اور ان کا ہر طرح سے تعاون کرنے کے بعد اب آخری دنوں میں پوری دنیا خصوصاً افغانوں کی نظر میں خود کو اونچا کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔

ماخذ: خارجی وداخلی ویب سائٹیں، دعوت وارشاد کمیشن کی ماہانہ رپورٹ، خالد غزنوی کی ہفتہ وار رپورٹ۔

سرد جنگ کا گرم محاذ

شہید زودی

ذرائع ابلاغ کو ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ ریاست کے دیگر تین ستونوں عدلیہ، مقننہ اور قوت اجرائیہ کے درمیان ربط پیدا کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ عوام کو ان تینوں اداروں کی کارکردگی سے آگاہ کرتا ہے اور عوام کی مشکلات سے حکومت کو باخبر کرتا ہے۔ بلکہ ریاست کے حدود سے نکل کر اب میڈیا عالمی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس دور کو میڈیا کا دور کہا جاتا ہے۔ میڈیا نے اس دنیا کو ایک گاؤں کی حیثیت دے دی ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں کوئی واقعہ ہوتا ہے تو دوسرے کونے میں سب کو خبر ہو جاتی ہے۔ بلکہ انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے پردے پر چند سیکنڈ بعد اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ بھی لیتے ہیں۔ میڈیا کے اسی عالمی کردار ہی کی وجہ سے اب یہ ریاست کے حدود تک محدود نہیں رہا۔ اس کی اہمیت اب بین الاقوامی ہو چکی ہے۔ اس لیے مقاصد اور اہداف کے حصول کے لیے میڈیا سب سے اہم ذریعہ اور وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔

اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ اگر عالمی دنیا پورے اتفاق سے انسانی اقدار کے احیاء، بقا اور تمام انسانوں کے درمیان مشترک، اچھے اور مثبت اہداف کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتا اور غلط مقاصد کے حصول کا کام اس سے نہ لیتا تو انسانی معاشرہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے اتنی تنزلی کا شکار نہ ہوتا۔ جتنا کچھ ہو چکا ہے یہ ساری جنگیں ہوتیں اور نہ بدامنی، بداخلاقی کو ترویج نہ ملتی۔ مذاہب اور اقوام کے درمیان منافرت نہ ہوتی۔ معدنی ذخائر اور زمینوں پر قبضے کے لیے کمزور اقوام پر جنگیں مسلط نہ کی جاتیں۔ ایک ایک جنگ میں لاکھوں بے گناہ کمزور انسان نہ مرتے۔ جنگوں یعنی انسانوں کی ہلاکت اور آبادیوں اور گھروں کو ملیامیٹ کرنے پر کروڑوں ڈالر خرچ نہ کیے جاتے۔ ہر کسی کا مال، جان اور عزت محفوظ ہوتی۔ انسانی اخلاق اور کردار زندہ رہتے۔ انسانیت کو عزت واحترام سے دیکھا جاتا۔ انسانی ہمدردی عام ہوتی، انسانیت کی تباہی پر جو رقم خرچ کی جاتی ہے وہ دنیا کی تعمیر، علم کی اشاعت، بھوکوں کو کھانا کھلانے، علمی، تحقیقاتی اور صحت کے مراکز بنانے پر خرچ ہوتی۔ اس سے بے سہارا مریضوں کا علاج، یتیموں اور غریب بچوں کی پرورش اور محروم اقوام کی علمی تربیت اور انسانیت کے درمیان محبتیں پھیلانے کا کام لیا جا سکتا تھا۔

مگر افسوس! انسانیت کے اتنے بڑے فائدے کی چیز سے عالمی سطح پر شر پھیل رہا ہے۔ جو لوگ اس پر قابض ہیں وہ اپنے مفادات اور مقاصد کے حصول کے لیے اس کا انتہائی غلط اور بے رحمانہ استعمال کر رہے ہیں۔

اس ساری خرابی کی جڑ یہ ہے کہ مغرب جس میں سرفہرست امریکا ہے ساری دنیا پر حکمرانی، دنیا بھر کے وسائل پر قبضہ اور ساری دنیا کے لوگوں کو اپنا ذہنی غلام بنانا چاہتے ہیں اور بدقسمتی سے ان کے خیال میں ان سارے اہداف کے حصول کا ذریعہ ساری دنیا پر مغربی تہذیب کا تسلط ہے۔ اور ان کا خیال ہے کہ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حقیقی وخالص اسلام، سچا مسلمان، دنیا میں اسلام کا تیزی سے پھیلاؤ، اسلامی افکار کی نشوونما، اسلامی تہذیب وتمدن، اسلامی معاشرتی نظام اور اسلامی حاکمیت ہے۔ اس لیے ان سب کے خلاف جہاں وسیع عسکری جنگ کا آغاز کیا گیا ہے وہاں ذرائع ابلاغ کے ذریعے وسیع اور خطرناک پروپیگنڈا اور بھی جاری ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جاری اس جنگ میں امریکا اور اس کے اتحادی ہر اسلامی ملک پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ حملہ سے قبل اس ملک کے خلاف اتنا منفی پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ جب اس ملک پر حملہ کیا جاتا ہے تو ہر کوئی اس حملے کو بجا قرار دیتا ہے اور باہر کی دنیا میں کوئی ملک یا عوام اسے ناجائز اور مسلط کردہ جنگ نہیں سمجھتے۔

مسلمانوں کے خلاف جاری حالیہ جنگ میں ذرائع ابلاغ کا کردار بہت بنیادی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی ممالک پر قبضے اور اپنے مفادات کے حصول کے لیے

امریکا اور دیگر مغربی ممالک کمزور اقوام اور مظلوم انسانوں کے خلاف طاقت کا بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ خطرناک اسلحوں کے ذریعے قتل عام کرتے ہیں، عام المنفعت تنصیبات کو تباہ کیا جاتا ہے۔ آبادیوں اور گھروں کو ملبوں کا ڈھیر بنا دیا جاتا ہے۔ کئی بے گناہ انسانوں کو جیلوں اور عقوبت خانوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اور طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ اس بڑے ظلم اور وحشت کے باوجود وہ بے گناہ ہے! اس کا کردار شفاف ہے! اور یہ مظلوم، مقہور اور مجبور اقوام ظالم اور دہشت گرد سمجھے جاتے ہیں۔

ترقی یافتہ جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے خطوں اور ممالک پر قبضہ تو کیا جاتا ہے ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈے کے ذریعے دلوں، تمدن، تہذیب، قومی اقدار کو مسخ کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔ اور انہیں ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کو مفلوج اور فکری لحاظ سے غلام بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ذرائع ابلاغ مافی الضمیر کا اظہار نہیں بلکہ میڈیا کے مافی الضمیر کے ساتھ عوام کے ذہنوں کو ہم آہنگ کرنے کا واحد اور کامیاب ذریعہ بن چکا ہے بھی میڈیا پروپیگنڈے کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو شخصیات، حکومتوں اور تنظیموں بلکہ کسی ملک کے سارے عوام کو قبولیت کے معراج پر پہنچا دیتے ہیں اور کبھی مقبول اشخاص، نظاموں اور جماعتوں کو قابل نفرت انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ راتوں رات صفر کو سپر اور سپر کو صفر بنانا میڈیا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میڈیا نے معاشرے کو اس طرح سے اپنے زیر اثر کر دیا ہے کہ غیر شعوری انداز میں لوگوں نے اپنے اذہان ذرائع ابلاغ کے تابع کر دیے ہیں۔ بالفاظ دیگر لوگ میڈیا کی سوچ سے سوچتے، اسی کی آنکھوں سے دیکھتے اور انہیں کے ترازو سے تولتے ہیں، جو انتہائی فکر کی بات ہے۔

11 ستمبر کے بعد سے مغرب نے ذرائع ابلاغ کو مضبوط اور موثر بنانے پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اور اس مقصد کے لیے بہت زیادہ مصارف خرچ کیے جاتے ہیں۔ مسلح جنگ کے ساتھ ساتھ پروپیگنڈا جنگ بھی اب ایک مستقل جنگ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ مسلح جنگ کی کامیابی اور شکست کا مدار اسی میڈیائی جنگ کی ہار جیت پر ہے۔ کیوں کہ جنگیں زیادہ دولت، زیادہ اسلحے اور وسائل سے نہیں جیتی جاتیں بلکہ جنگیں عوام اور جنگجوؤں کے بلند مورال، انتھک حوصلے اور دینی احساس کی بنیاد پر جیتی جاتی ہیں۔ اور یہ جیت اس وقت یقینی ہو جاتی ہے جب مخالف فریق حوصلہ ہار جائے۔

اسی لیے تو مغربی میڈیا میں دن رات پروپیگنڈا کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اپنا حوصلہ ہار جائیں۔ ان کا مورال گر جائے اور وہ ہر میدان میں شکست تسلیم کر لیں۔ اور اس کے برعکس مغربی عوام اور جنگجوؤں کا مورال اونچا رہے۔ ان کا حوصلہ نہ ٹوٹے اور جلد شکست تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کوششوں میں انہیں وہ کامیابی نہیں ملتی جس کی وہ توقع رکھتے ہیں۔ زہریلے پروپیگنڈے، اپنی کامیابی اور مسلمانوں کی ناکامی اور شکست کے بڑے بڑے دعوؤں کے باوجود بھی مسلمان جانبازوں کا مورال ہندوکش کی چوٹیوں سے بلند اور مغربی عوام اور جنگجوؤں کا حوصلہ زوال کے اس درجے پر ہے جس کے نیچے شاید کوئی درجہ نہ ہو۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ ایسے فحش، زہریلے، باطل پرست، نفرت انگیز اور لوگوں کی تحقیر کرنے والے ذرائع ابلاغ کی اسلام تردید کرتا ہے۔ اور کبھی بھی اپنے متبعین کو اجازت نہیں دیتا کہ جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے اپنے اہداف حاصل کریں۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دین میں ابلاغ کی بڑی قدر ہے۔ اسلام حق و صداقت کی اشاعت اور باطل کی روک تھام اور لوگوں کو اس سے باخبر کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ اسلام کا بنیادی ہدف کلمۃ اللہ کا اعلاء ہے۔ جس کے دو اجزاء ہیں۔ ایک احقاق حق اور دوسرا ابطال باطل، اسلام ان دونوں میدانوں میں موثر اور کامیاب وسائل آزمانے کا حکم دیتا ہے۔ یقینا میڈیا ابلاغ کا ایک کامیاب اور موثر ذریعہ ہے۔ البتہ میڈیا کا استعمال انہیں بلند اہداف اور مقاصد کے لیے ہونا چاہیے جس میں اسلامی اصول، مبادی اور اخلاق سے کسی صورت صرف نظر نہ کیا جائے۔

میڈیا پر اسلام دشمنوں یا ان کے فکری غلاموں کے قبضے پر صرف اظہار غم کرنا اور میدان غیروں کے لیے خالی چھوڑ دینا مسئلے کا حل نہیں۔ بلکہ اس حساس وقت میں اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ تمام باصلاحیت مسلمان رد و قبول کے اپنے خود ساختہ معیارات کو چھوڑ دیں، مادی مفادات، عزت اور شہرت کو نظر انداز کر دیں اور "قطرہ قطرہ دریا" کے بمصداق پورے اخلاص کے ساتھ مقابلے کے میدان میں کود جائیں اور جتنا جلد ہو سکے مغربی سیلاب کا راستہ روکیں۔

آج عالمی میڈیا پر یہود و نصاری کا قبضہ ہے۔ یہ لوگ جب اسلامی دنیا کے کسی بھی ملک پر جارحیت کا ارادہ کرتے ہیں میڈیا کے ذریعے جارحیت سے پہلے جارحیت کے لیے راہ ہموار کر دیتے ہیں جس میں انہیں کامیابی تقریبا ملی ہی

جاتی ہے۔اور یہ تو بعد کی بات ہے کہ جنگ میں مسلمان بہادروں کے سامنے وہ ڈٹ جانے کی قوت نہیں رکھتے بلکہ شرمناک شکست سے دوچار ہوجاتے ہیں۔ذرائع ابلاغ کی حد تک وہ جو بھی ہدف حاصل کرنا چاہتے ہیں بہر حال کر لیتے ہیں۔

ہمیں یہ بھی مان لینا چاہیے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو زہریلا پروپیگنڈا شروع کیا گیا اس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے بلند اخلاق، مثبت سیاست اور مثبت معاشرتی انقلابی تبدیلیاں، انسانی ہمدردی، تہذیب، ثقافت، تمدن اور صالح افکار سے نہ صرف دنیا بے خبر اور محروم رہ گئی ہے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اہل دنیا کے افکار اسلام اور مسلمانوں کے متعلق نہایت معکوس بنے ہوئے ہیں۔اس لیے مسلمانوں کے اپنے ذرائع ابلاغ سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ اسلامی اخلاق، سیاسی، تہذیبی اور ثقافتی اقدار وخوبیوں کی صحیح اشاعت اور نگرانی کریں گے اور اسلام مخالف پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیں گے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ہماری اسلامی دنیا کی اجتماعی زندگی میں ذرائع ابلاغ کے اثرات انتہائی گہرے ہیں۔فحاشی پھیلانے اور اسلام کے عملی، فکری، تہذیبی اور بلند اخلاقی تشخص سے مسلمان نوجوانوں کو دور کرنے کے لیے مغربی میڈیا دن رات محنت کررہا ہے۔اس طرح کے دجالی پروگراموں کا راستہ صرف اور صرف مسلمانوں کا اپنا میڈیا ہی روک سکتا ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اسلامی دنیا میں ایسے نام نہاد دانشور بھی ہیں جو مادی مفادات کے بدلے اغیار کے آلہ کار بن گئے ہیں۔ایسے لوگ اپنی تحریروں اور پروگراموں کے ذریعے اسلام کی اصل روح مسخ کرنے اور عام سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ایسے لوگوں کا مقابلہ صرف شریعت کی اصل روح اور مزاج سے واقف وہ ذہین علماء کرسکتے ہیں، دشمن کے منصوبوں اور سازشوں پر جن کی ہر وقت نظر ہو۔اور انہوں نے ذرائع ابلاغ میں اپنا مقام بنایا ہو۔

دنیا کے مختلف حصوں میں کفار یا ان کے اشارہ آبرو پر ناچنے والے ڈیکٹیٹرز حاکموں کی جانب سے مسلمانوں پر انتہائی بھیانک مظالم ڈھائے جارہے ہیں مگر عالمی میڈیا مظلوم مسلمانوں کی حالت پر آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے۔ظلم ووحشت کی ایسی خبر جسے چھپانا ان کے لیے ناممکن ہوتا ہے اسے ایک عام اور معمول کی خبر کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔حقیقی صورت حال چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ایسے حالات میں مسلمانوں کو اپنے ایسے ذرائع ابلاغ کی ضرورت ہے جو مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرسکے۔اصل صورت حال اور حقائق سے دنیا کو باخبر کردے اور ظالموں کا حقیقی چہرہ دنیا کو دکھادے

ہم جانتے ہیں اس وقت مسلمان اس میدان میں انتہائی پسماندگی کا شکار ہیں۔ابھی بہت طویل سفر کرنے کو باقی ہے اور ابھی بہت زیادہ کوششیں کرنے کو باقی ہیں۔مگر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اب بہت سے ہوشیار، ذہین اور دردمند مسلمان ذرائع ابلاغ کی اہمیت کو جان چکے ہیں اور اس میدان میں قدم رکھ چکے ہیں یہ بسا غنیمت ہے۔اسی چھوٹی سی جماعت کی تھوڑی سی کوششوں کو دیکھ کر ہی دشمن گھبراہٹ کا شکار ہوچکا ہے۔امریکا نامی اس عصر کا فرعون دنیا کے سارے ذرائع ابلاغ پر جس کا قبضہ ہے امارت اسلامیہ کے محدود مگر حق وصداق کے علمبردار میڈیا کے مقابلے میں اپنی شکست کا اعتراف کرچکا ہے۔مسلمانوں کے اخبارات، دینی رسائل وجرائد اور ویب سائٹس بارش کے وہ پہلے قطرے ہیں جو اپنے ساتھ طویل بارش کی خوشخبری لے کر اترتے ہیں۔رحمت کی یہ بارش ان شاءاللہ دشمن کے لیے ایسی زحمت بن جائے گی کہ ان کے سارے مذموم مقاصد اور منصوبوں کو بہا کر لے جائے گی۔

جی ہاں! ہم آخری اور برحق آسمانی دین کے پیروکار ہیں۔اسی برحق دین کی رہنمائی اور ہدایت پر عمل ساری کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، قدم قدم پر تمام امور میں جائز و ناجائز کے درمیان تمیز انتہائی ضروری ہے۔ہم اپنے اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے ان سارے حربوں اور وسائل کا استعمال جائز نہیں سمجھتے جنہیں ہمارا دشمن ہمارے خلاف استعمال کرتا رہا ہے مگر اتنا بھی جانتے ہیں کہ دشمن کا ہتھیار اس کے خلاف استعمال کرنا اس سے بھی بڑا کمال ہے۔امید ہے مسلمان مقابلے کے میدان میں اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کریں گے۔

❖❖❖

قاری حبیب

کینیڈین جارحیت پسندوں کا فرار

12 مارچ 2014 کینیڈین فوجیوں کے فرار کا دن:

رواں سال کے 12 مارچ کو افغانستان کے دارالحکومت کابل میں خارجی فوجیوں کے مرکزی کیمپ میں بعض رسومات کی ادائیگی کے لیے پروگرام کا انعقاد کیا گیا تھا۔ رسومات میں جارحیت پسندوں کے عمومی کمانڈر جنرل جوزف ڈنفورڈ اور کئی دیگر بیرونی اور داخلی فوجیوں کے اعلیٰ افسران اور عہدیداروں نے شرکت کی۔ اس اجتماع کا مقصد افغانستان میں کینیڈین افواج کا آخری دن منانا تھا۔ اس حوالے سے بات چیت کے بعد فوجی بینڈ کی گونج میں افغانستان کی فضا سے کینیڈا کا جھنڈا اتارا گیا۔ اس طرح سے امریکا کے ایک جزوقتی اتحادی نے افغانستان میں شکست تسلیم کرلی اور فرار کی راہ اختیار کی۔

پروگرام کے حوالے سے میڈیا پر نشر ہونے والی تصاویر میں کینیڈین افواج پرچم اتارتے وقت انتہائی غمزدہ، پشیمان اور بجھے بجھے سے نظر آرہے تھے۔ جو افغانستان میں کینیڈا کی بارہ سالہ شکست کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔

کینیڈا مارچ 2014 میں افغانستان سے انخلاء کررہا ہے۔ پورے 12 سال قبل 2002 میں اسی مہینے میں کینیڈین افواج نے مارچ ہی کے مہینے میں افغانستان میں پہلے آپریشن میں حصہ لیا تھا۔ یہ آپریشن اژدھا کے نام سے پکتیا کے پہاڑوں میں کیا گیا تھا۔ جس میں امریکا اور اس کے دیگر اتحادیوں کے ساتھ پہلی بار ہزاروں کینیڈین فوجیوں نے شرکت کی تھی۔

کینیڈا شمالی امریکا کا ایک وسیع ملک ہے۔ جو ماضی میں برطانیہ کی کالونی رہ چکا ہے۔ اور دیگر مستعمرہ ممالک کی طرح اب دولت مشترکہ کا رکن ہے۔ یہ ملک امریکا کے ساتھ گہرے تعلقات اور ناٹو کی رکنیت رکھتا ہے۔ اس کی فوج کی مجموعی تعداد 64 ہزار ہے۔

گیارہ ستمبر کے بعد امریکی صدر جارج بش نے جب افغانستان پر حملے کا ارادہ کیا اور نعرہ لگایا "ہمارے ساتھ ہو جاؤ یا ہمارے دشمنوں کے ساتھ"۔ کینیڈا بھی ان ممالک میں سے تھا جس نے صرف امریکی رضامندی کی خاطر افغانستان کی جنگ میں شرکت کی۔ امریکی فوجیوں کی آمد کے ساتھ کینیڈا نے بھی اپنے کئی فوجی افغانستان بھیجے۔ جن کی تعداد میں بتدریج اضافہ کیا گیا۔

2002 کے مارچ میں ہونے والا اناکونڈا آپریشن وہ پہلا آپریشن تھا جس میں کینیڈین افواج نے شرکت کی۔ اگست 2003 میں افغانستان میں کینیڈین افواج میں اضافے کے بعد کابل کے کچھ علاقوں میں سیکیورٹی کی ذمہ داریاں کینیڈا کو سونپی گئیں۔ اسی ماہ کابل میں کینیڈین سفارت خانہ کھولا گیا جس کی سیکیورٹی کی ذمہ داریاں بھی کینیڈین افواج نے لی۔ اس کے بعد کینیڈین فوج قندہار گئی اور اگست 2005 میں ایساف کی تقسیم تک قندہار میں جارحیت کی ساری ذمہ داریاں انہیں کے ذمے رہیں۔

قندہار میں قیام کے ساتھ ہی کینیڈین افواج پر حملے شروع ہوگئے۔ ان کے کئی اہلکار ان حملوں میں ہلاک ہوئے۔ 2006 کے اوائل میں کینیڈین افواج نے قندہار میں پہلا بڑا آپریشن کیا جس میں 3000 کینیڈین فوجی شریک رہے۔ اس جنگ کو عالمی میڈیا نے پنجوائی کی جنگ کا نام دیا۔ جس میں کینیڈین افواج کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے۔

اس جنگ کے بعد قندہار کے مختلف علاقوں میں کینیڈین فوجی شدید حملوں کا شکار ہونے لگے۔ کئی بکتر بند گاڑیاں اور فوجی اسباب مجاہدین کے حملوں میں تباہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ 2008 میں عوامی حمایت حاصل کرنے کے لیے کینیڈین حکومت نے کینیڈا کے دارالحکومت میں کچھ سڑکوں کے نام ان فوجیوں کے نام پر رکھے جو افغانستان کی حالیہ جنگ میں ہلاک ہوگئے۔

2006 کے بعد 2011 تک کینیڈا حکومت نے عوامی احتجاج سے بچنے کے لیے جنگ کے خاتمے کا فیصلہ کیا۔ کینیڈین افواج کو قندہار میں مسلسل سخت جنگوں کا سامنا تھا۔ قندہار شہر کے اندر اور مضافات کے اضلاع میں ان پر بہت بھاری حملے ہو رہے تھے۔ جس میں انہیں سخت نقصانات کا سامنا تھا۔

جون 2008 کو ارغنداب کی جنگ، جون 2009 میں ڈنڈ اور ژڑی کی لڑائی اور ستمبر 2010 میں ڈنڈ، ژڑی، پنجوائی، میوند، ارغنداب اور کچھ دیگر علاقوں میں اژدھا کے نام سے امریکی اور کینیڈین فوجیوں کا آپریشن وہ سخت جنگیں ہیں جس میں کینیڈین افواج کو شدید نقصانات اٹھانے پڑے۔

ان جنگوں میں ایک طرف کینیڈین افواج کو پہلی بار افغان مجاہدین کے ہاتھوں بھاری نقصانات پہنچے دوسری طرف کینیڈین اور امریکی جارحیت پسندوں کی بمباریوں سے افغانستان کے عوام اور عام آبادیوں کو بھی بہت نقصانات پہنچائے گئے۔

2009 میں ارغنداب کی جنگ اور اس کے بعد 2010 میں اژدہا آپریشن وہ جنگیں تھیں جنہیں افغانستان میں جارحیت پسندوں کی سب سے زیادہ بے رحمانہ کارروائیاں کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ان آپریشنوں کے دوران کینیڈین اور امریکی فوجیوں نے قندہار، میوند، پنجوائی، ارغنداب، ژڑی اور ڈنڈ کے اضلاع میں 80 فیصد باغات، فصلیں، جنگلات اور عوامی املاک کا خاتمہ کیا۔ گھروں کو بلڈوز کر ڈالا۔ درختوں کو بارود سے اڑایا۔ جنگلوں کو جلانے اور عام تباہی پھیلانے کے لیے میکلیک اور ہیمارس نامی بموں کا استعمال کیا گیا۔ کینیڈین اور امریکی افواج کے یہ وہ جرائم ہیں جو آج تک دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں یا رکھے گئے ہیں۔ عالمی میڈیا میں اس حوالے سے بہت کم رپورٹیں اور خبریں شائع کی گئی ہیں۔

میدان جنگ میں مظالم کے علاوہ کینیڈین افواج کا ایک اور جرم افغان قیدیوں سے نامناسب سلوک تھا۔ نومبر 2009 اور مارچ 2010 میں کئی کینیڈین ذرائع ابلاغ نے انکشاف کیا کہ کینیڈین ایجنسی افغان قیدیوں سے تفتیش اور تحقیقات کر رہی ہے۔ بار بار افغان قیدیوں پر مظالم ڈھائے گئے ہیں اور انہیں اذیتیں دی گئی ہیں۔ مگر ان تمام جنگی جرائم، بمباریوں اور وحشتوں کے باوجود امریکی فوجیوں کی طرح کینیڈین فوجی بھی افغانستان میں اپنی کامیابی کی منزل پا نہ سکے۔ جنگ کی وسعت سے کینیڈا کے نقصانات اور اخراجات اور بھی بڑھنے لگے۔ جس سے وہاں کے عوام کی بیزاری اور پریشانی میں اضافہ ہوتا رہا۔ آخرکار جولائی 2011 میں آخری حل کے طور پر کینیڈین صدر کو افغانستان میں لڑائی کارروائیاں ختم کرنے کا اعلان کرنا پڑا۔ اور کہا کہ ہم کوشش کریں گے جتنا جلد ہوسکے مکمل طور پر افغانستان سے انخلاء کر دیں۔

جس دن سے کینیڈین افواج نے افغانستان سے فرار ہونا شروع کیا اس کے تین سال بعد رواں سال کے 12 مارچ کو شرمناک شکست کا اعتراف کرتے ہوئے اپنا پرچم واپس اتارا، 12 سال قبل جسے افغانستان کی فضا میں لہرایا گیا تھا۔ اس طرح سے کینیڈین افواج مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھا گئی۔ اور افغانستان کی قابل فخر تاریخ میں افغان مجاہدین کے ہاتھوں ایک اور جارح قوت کی شکست کے باب کا اضافہ ہو گیا۔

کینیڈا کو افغانستان کی جنگ میں کیا ملا؟

شکست کے دن کینیڈین افواج نے کہا کہ افغانستان کی کئی سالہ جنگ میں 158 فوجی ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوگئے۔ اسی طرح کینیڈین شہریت رکھنے والے دو انسٹرکٹرز، ایک بڑا سفارت کار اور ایک صحافی بھی ہلاک ہوا۔ مگر آزادانہ گنتی سے معلوم ہوا کہ افغانستان میں کینیڈا کے نقصانات اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

عسکری ماہرین کا خیال ہے کہ کینیڈین افواج کو اس کئی سالہ جنگ کے بعد بھی کوئی قابل ذکر چیز ہاتھ نہ آئی۔ علاوہ اس کے کہ اس نے کروڑوں ڈالر بے جا خرچ کیے اور سینکڑوں فوجی ضائع کر دیے۔

کینیڈا افغانستان کی جنگ سے ایسے حالات میں نکل رہا ہے کہ کئی مسائل اور کانٹوں میں اس کا دامن الجھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قندہار کے بیرونی فوجی اڈوں میں کام کرنے والے عام افراد خصوصاً ترجمانوں کے پاس کینیڈا کی شہریت ہے جنہیں کینیڈین حکام بہت سارے امتیازات اور توقعات دلا کر قندہار تک لایا۔ قندہار کا گورنر توریالی ویسا سمیت کئی حکومتی عہدیدار وہ لوگ ہیں جو کینیڈا حکومت پر بھروسا کر کے یہاں آئے ہیں۔ اب جب کینیڈا افغانستان سے نکل رہا ہے تو ان لوگوں کی پرورش اور حفاظت بھی کینیڈا حکومت کے ذمہ ہے اور کینیڈا حکومت کو اپنے کیے ہوئے وعدے پورے کرنے پڑ رہے ہیں۔

اسی طرح افغانستان میں کینیڈین افواج آدھے سے زیادہ تقریباً 40 ہزار فوجیوں نے ذمہ داری نبھائی، ان میں سے اکثر معذور اور ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ جس کی وجہ سے کینیڈا کافی عرصے تک جنگ کے مسائل سے جان چھڑانے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا حقائق کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کینیڈا کو افغانستان کی جنگ سے شرمناک شکست اور بھاری جانی و مالی نقصان کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ اسی لیے تو فرار ہونے والے فوجیوں کے ساتھ اپنے ملک میں بھی فاتحین جیسا نہیں بلکہ شکست خوردہ فوجیوں جیسا سلوک کیا گیا ہے۔

امریکیوں کا اندیشہ بجا ہے

تحریر: شکور شفق

آئے روز مجاہدین کی صفوں میں شامل ہونے والے کابل انتظامیہ کے اہلکاروں کی تعداد میں اضافہ اور مجاہدین کی صفوں میں اتحاد اور نظم وضبط کی مضبوطی سے امریکیوں کے اندیشے بڑھ رہے ہیں، ان اندیشوں میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب حامد کرزئی نے ظاہری طور پر سیکورٹی معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کرتے ہوئے ان کے سامنے شرائط کی فہرست رکھ دی، امریکیوں کو اپنے ہاتھوں سے بنی ہوئی افغان فوج پر اعتماد برقرار نہیں رہا اور انہیں خوف اور شدید خطرات لاحق ہوگئے ہیں کہ ان کے انخلاء کے بعد افغان فوجی طالبان سے مل جائیں گے، ان کے اربوں ڈالر ضائع ہو جائیں گے اور کابل میں بنی ہوئی بوسیدہ جمہوریت کی عمارت بھی زمین بوس ہو جائے گی۔

امریکی فوج کے سربراہ [جنرل مارٹین ڈیمسی] نے کابل میں صحافیوں سے گفتگو میں کہا کہ امریکیوں کی خبرداری کہ اگر افغانستان کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کا مسئلہ حل نہ ہوا تو وہ اپنے تمام فوجیوں کو نکال لیں گے، ممکن ہے کہ طالبان کی نفسیاتی بالادستی اور افغان فوجیوں کی طالبان میں شمولیت کا سبب بن جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ وزارت دفاع کو بارک اوباما کی جانب سے یہ ہدایت کہ افغانستان سے تمام فوجیوں کے انخلاء کی منصوبہ بندی کی جائے، افغان فوج کے اعلیٰ حکام کو بھی پریشان کر رہا ہے، ڈیمسی نے مزید کہا کہ فوجیوں کے مکمل انخلاء کے مثبت اثرات اور نتائج برآمد نہیں ہوں گے اور اس حوالے سے انہیں شدید خوف لاحق ہوا ہے کہ اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے، انہوں نے صحافیوں کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ انخلاء سے دشمن فائدہ اٹھا رہا ہے اور خفیہ اداروں کی رپورٹوں سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے۔ امریکی فوج کے سربراہ کے ان خیالات سے ان کے آپس میں شدید اختلافات، بداعتمادی اور افغان فوج پر ان کے عدم اعتماد کے واضح اشارے مل رہے ہیں، امریکی فوج کے سربراہ کو بھی یہ ڈر ہے کہ افغان فوجیوں کی تربیت کسی نظریے اور مقصد کی بنیاد پر نہیں بلکہ اربوں ڈالر کے اخراجات کی بنیاد پر ہوئی اب وہ اتنے کمزور ہیں کہ غیر ملکیوں کے انخلاء کے بعد طالبان کا مقابلہ کرنے کے بجائے ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کی رپورٹ کے مطابق صرف گزشتہ سال کے دوران کابل انتظامیہ کے ہزاروں اہلکار امارت اسلامیہ کی صفوں میں شامل ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ تیزی کے ساتھ جاری ہے، اسی طرح افغان فوجیوں کی جانب سے امریکیوں اور ان کے اتحادیوں پر قاتلانہ حملوں نے بھی ان کے اندیشوں میں اضافہ کیا ہے اور ایک دوسرے پر عدم اعتماد کی فضا قائم ہوئی ہے، اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے حوصلے مزید بلند ہو رہے ہیں اور جہادی کارروائیوں میں شدت آرہی ہے، ہمیں یقین ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی مزاحمت اور فتوحات میں تیزی آئے گی، دشمن کا کنٹرول محدود اور قابض افواج کو لاحق خطرات میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ آئندہ پھر کوئی بھی استعماری قوت خود مختار اسلامی ممالک پر حملے کی حماقت نہیں کرے گی، انشاء اللہ تعالیٰ

❋ ❋ ❋

امریکی مفادات کی چوکیداری

تحریر: شریف شاہین

اب امریکہ برملایہ کہتاہے کہ آئندہ صدر نہ صرف سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کریں گے بلکہ وہ امریکیوں کے مفادات کی نگہبانی بھی کریں گے، افغانستان میں تمام صدارتی امیدواران یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ وہ صدر منتخب ہوتے ہی پہلی فرصت میں امریکیوں کے ساتھ سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کریں گے، یوں ہر صدارتی امیدوار یہ کوشش کرتاہے کہ وہ امریکہ کے ساتھ اپنی وفاداری کی سند پیش کرے اوران کو یہ باور کرائے کہ وہ غیر مشروط طور پر سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کریں گے لیکن انہیں کامیاب کرانے میں ان کی مدد کریں۔

گیارہ صدارتی امیدواروں میں سے کوئی بھی امیدوار منتخب ہوجائے وہ امریکیوں کے مفادات کاتحفظ کرے گا لیکن بظاہر یہی معلوم ہورہاہے کہ امریکہ نے ابھی سے ان میں سے کسی ایک کاانتخاب کیاہے جوان کے لئے زیادہ وفادار ہو لیکن اس کا باقاعدہ اعلان انتخاباتی ڈرامے کے بعد کیاجائے گااس کی نشاندہی امریکیوں کی گفتگو سے بھی ہوتی ہے، ہم یہاں امریکی خفیہ ادارے کے سربراہ کی گفتگو نقل کریں گے۔ امریکی خفیہ ادارے کے سربراہ کہتے ہیں کہ حامد کرزئی انتخابات سے قبل امریکہ کے ساتھ سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن نو منتخب صدراس معاہدے پر دستخط کریں گے [سی آئی اے] کے سربراہ جیمز کلاپر نے ان خیالات کااظہار دوروز قبل امریکی کانگریس سے گفتگو کرتے ہوئے کیاہے، انہوں نے بین الاقوامی سطح پر امریکہ کودرپیش خطرات کے حوالے سے کانگریس کے ارکان کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے، انہوں نے کابل اورواشنگٹن کے درمیان سیکورٹی معاہدے پر دستخط حوالے سے ایک سوال کاجواب دیتے ہوئے کہاکہ مجھے یقین نہیں ہے کہ حامد کرزئی اس معاہدے پر دستخط کریں گے انہوں نے واضح طورپر کہاکہ حامد کرزئی کے بعد نو منتخب صدرامریکہ کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط بھی کرے گااورامریکہ کے لئے قابل بھروسہ بننے کی پوری کوشش بھی کرے گا۔

ان کی گفتگو سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ امریکہ نے کابل کے نو منتخب صدر کاانتخاب انتخابات سے قبل کیاہے اب صرف اس کااعلان باقی ہے نو منتخب صدرامریکی مفادات کے تحفظ کے لئے بنیادی کرداراداکرے گا اوراپنے ملک سے زیادہ امریکیوں کے لئے وفادار رہے گااس لئے سی آئی اے کے سربراہ بڑے اطمنان کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ نو منتخب صدر سیکورٹی معاہدے پر دستخط بھی کریں گے اورامریکیوں کی مفادات کاتحفظ بھی کریں گے۔

افغانستان میں امریکہ کی سیاسی اور عسکری موجودگی،افغانستان اورخطے میں امریکی اہداف اور کلاپر کے اظہار خیال پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتاہے کہ یہاں پر جو بھی صدر منتخب ہوتاہے وہ امریکیوں کے مفادات کازیادہ خیال رکھے گا ، یہاں پر کوئی ایسا شخص امیدوار نہیں بن سکتااورنہ ہی کامیابی حاصل کرسکتاہے جس کے سامنے امریکی مفادات کی اہمیت نہ ہو،ان حالات میں انتخابات کاانعقاداوررائے دہی کااستعمال بے سود ثابت ہوں گے، یہ وہ ڈرامہ ہے جس کے ذریعے امریکہ ایک لمبے عرصے سے لوگوں کو ورغلارہاہے۔

نہ صرف شرعی اعتبار سے ان انتخابات کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ سیاسی پہلو سے بھی اگراس پر غور کیاجائے توثابت ہوتاہے کہ افغانستان میں الیکشن نہیں سلیکشن ہوتاہے عوامی رائے کی کوئی حیثیت نہیں اورنہ عوامی رائے کااحترام کیاجاتاہے بلکہ انتخابات صرف اس لئے کئے جارہے ہیں تاکہ امریکہ دنیاکوبتائے کہ یہاں پر منتخب حکومت قائم ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ افغان عوام انتخابات میں مکمل حصہ نہیں لیں گے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ قابض افواج کی موجودگی میں ان کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں اوران کے لئے سب سے اہم یہ ہے کہ وہ خود مختاری حاصل کریں۔

❐ ❐ ❐

دبئی مذاکرات کا ڈھنڈورا

تحریر: عبید خلیل

مجھے طالبان کی اسلامی تحریک کے حوالے سے جو معلومات، تجربہ اور آگاہی حاصل ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کو یہ خصوصیت دی ہے کہ اس میں غدار اور غیر دیانتدار لوگ شامل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس میں رہ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بے نقاب کر کے ان کے مذموم مقاصد ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ طالبان کی پالیسی اور عمل میں تضاد نہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں، دوغلی پالیسی پر وہ یقین نہیں رکھتے، ملی اقدار اور عوامی مفادات پر وہ سودہ بازی کے لئے ہر گز تیار نہیں ہیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلام کی راہ میں یہ لوگ اتنے مخلص اور وفادار ہیں کہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں لیکن غداری اور بددیانتی کے لئے ہر گز تیار نہیں۔

امریکہ اور مغرب کا طالبان کے ساتھ اسی بات پر تنازع ہے کہ طالبان ان کی عالمی بدمعاشی اور تھانیداری کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی وہ ان کی فرسودہ تہذیب کو مانتے ہیں، آج بھی اگر طالبان ان کی چند فرمائشیں مان لیں تو وہ طالبان کے تمام مطالبات تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن بات صاف اور واضح ہے کہ طالبان نے پہلے دن کہا ہے کہ نہ آپ کی بدمعاشی تسلیم کریں گے، نہ آپ کا قانون ہم اپنے اوپر لاگو کریں گے، اور ان پر یہ بھی واضح کیا کہ ہم آپ کے نمائشی انتخابات تسلیم کریں گے اور نہ ہی خواتین کے حقوق کے نام پر ان کی عصمت دری کرنے دیں گے، طالبان آج بھی اپنی اس بات پر قائم ہیں، طالبان کی قیادت سمجھتی ہے کہ اگر وہ ان میں سے کسی ایک امریکی فرمائش کو قبول کرلے تو خدا بھی ناراض اور امریکہ بھی راضی نہ ہوگا، ہم آج دیکھ رہے ہیں اس کی زندہ مثال ہمارے سامنے کرزئی کی ہے جس سے نہ اللہ راضی ہوا، نہ قوم اور نہ ہی امریکہ راضی ہے وہ امریکہ جس کو انہوں نے بڑی گرم جوشی سے افغانستان پر قابض کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا اور افغانستان کی خودمختاری کو سلب کرنے میں پیش پیش رہا۔ طالبان کی واحد قیادت اور اپنے موقف پر استقامت دیکھ کر امریکہ اور کرزئی حکومت کو مایوسی ہوئی عسکری میدان میں بھی انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی اس لئے انہوں نے فریب اور مکر کے ذریعے طالبان کی صفوں میں دراڑ پیدا کرنے کے لئے اربوں کی رقم خرچ کر کے طالبان کو شدت پسند اور اعتدال پسند کے نام پر تقسیم کرنے کی ناکام کوشش کی۔ لیکن اس میدان میں بھی انہیں کامیابی نہیں ملی محض چند مفاد پرست عناصر جو ہمیشہ مفاد کے پیچھے خوار ہو رہے ہیں نے طالبان کی پرانی قیادت کے عنوان کے تحت مصالحتی کمیٹی میں شمولیت اختیار کی اور معتصم جیسے بے ضمیر لوگ جن کی مجموعی تعداد دس سے کم ہے مفاد کی خاطر ان کے ساتھ مل گئے۔ باقی تمام طالبان ایک امیر کے تحت متحد اور ایک موقف پر قائم ہیں۔

طالبان کی حقانیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حال ہی میں دشمن نے اعلان کیا کہ دبئی میں مصالحتی کمیٹی اور طالبان کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں جن میں طالبان کی جانب سے ان کے دور حکومت کے پانچ اہم سابق وزراء بھی شامل ہیں۔

جب امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے دبئی میں مذاکرات کی خبروں کی تردید کی اور چیلنج کر دیا کہ کرزئی حکومت طالبان دور کے وزراء کے نام بتائے جو اس وقت دبئی میں اس کے ساتھ مذاکرات کر رہے ہیں تو اس دوران افغان خفیہ ادارے نے بھی مجبوراً اصل صورتحال سے عوام کو آگاہ کیا اور بتایا کہ افغان حکومت کے ساتھ دبئی میں طالبان کے نمائندے شامل نہیں ہیں بلکہ معتصم آغا کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔

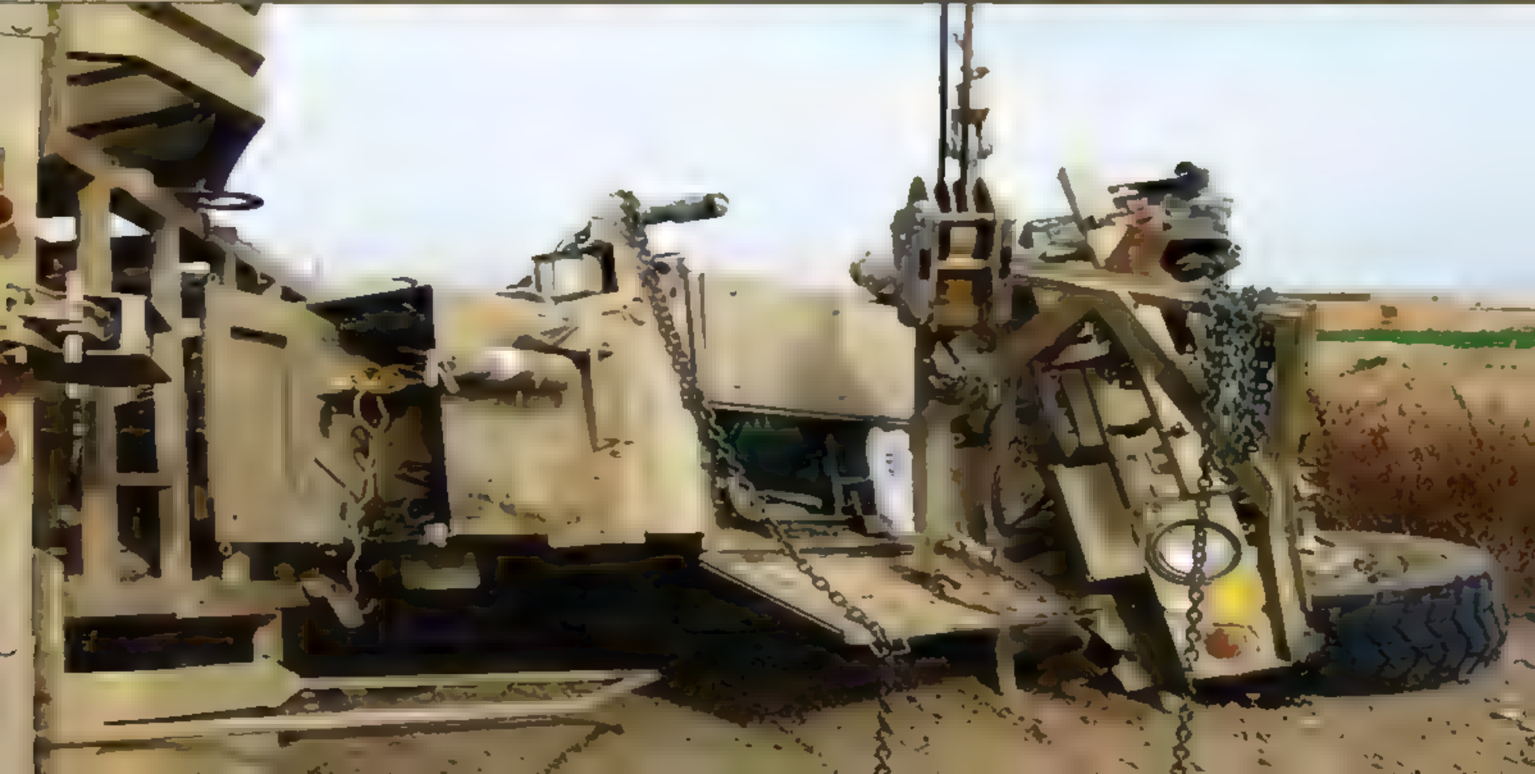

ISAF

یہ سب کو پتہ ہے کہ معتصم آغا کے ساتھ ڈرائیور اور خادم کے علاوہ اور کوئی نہیں جوان کے ساتھ تعاون کریں، وہ اکیلا ہے اور امارت اسلامیہ کا نام استعمال کررہا ہے، لیکن عوام یہ بھی جانتے ہیں کہ امارت اسلامیہ نے ایک اعلامیہ میں وضاحت کی کہ معتصم آغا کا اب امارت اسلامیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی وہ امارت اسلامیہ کی نمائندگی کرنے کا حق رکھتا ہے، وہ جو کچھ کررہا ہے وہ اس کا ذاتی کام ہے، امارت اسلامیہ کا ان کی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

معتصم کو لوگ جانتے ہیں کہ ان کی حیثیت کیا ہے اور کن وجوہات کی بناء پر امارت اسلامیہ نے ان کو برطرف کیا پھر بھی اگر کوئی ان کے پیچھے جاتا ہے یا ان کا ساتھ دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ان سے بھی اخلاقی طور پر دیوالیہ ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ کابل انتظامیہ کی مصالحتی کوشش اور مصالحتی کونسل کا یہ آخری حربہ تھا جو معتصم آغا کی شکل میں ناکام ہوا اور گزشتہ دو سال سے اس حوالے سے بڑی رقم بھی خرچ کی گئی لیکن آخر کار دبئی میں نمائشی مذاکرات کا بھانڈا پھوڑنے سے یہ حربہ بھی وقت سے پہلے ناکام ہوا۔

دبئی مذاکرات کے پروپیگنڈے سے ثابت ہوا کہ کابل حکومت اور امریکی کس حد تک بوکھلاہٹ کا شکار ہیں کہ وہ ایک ایسے شخص سے بھی امن کی بھیک مانگ کر امن کی امید رکھتے ہیں جن کے اختیار میں کچھ بھی نہیں، اور نہ ہی وہ کسی ایک طالب پر کنٹرول رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی پشت پر امارت اسلامیہ کی قوت کھڑی ہے پھر ان سے مذاکرات کا کیا مطلب لیا جائے؟ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگر مذاکرات کامیاب بھی ہو جائیں تو معتصم آغا کس طرح مخالف فریق کو اطمنان دلا سکتا ہے کہ طالبان جنگ بندی پر راضی ہو کر حملے نہیں کریں گے اور امریکی افواج افغانستان میں ایک مدت تک محفوظ رہیں گی؟

تو اس کا نتیجہ یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دشمن بدترین شکست سے دوچار ہے اور شکست کی تمام حدود پار کر کے اب ہرایرے غیرے سے مذاکرات کے لئے تیار ہے لیکن انہیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ شکست ان کا مقدر ہے آج ہو یا کل وہ ضرور اس ملک سے مکمل طور پر فرار ہو جائیں گے اور ان کے تنخواہ دار، مجاہدین کے حملوں کی زد میں ہی رہیں گے۔

ان شاء اللہ تعالی

OOO

بقیہ از جنگی جرائم مارچ 2014

25 مارچ کو صوبہ قندہار ضلع میوند میں کوکی دشت کے مقام پر قابض افواج نے افغان فورسز کے تعاون سے چار شہریوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال شہید کردیا۔

26 مارچ کو صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے علاقے گرانی میں ایک میلے میں موجود لوگوں سے حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے قومی شناختی کارڈ ساتھ نہ رکھنے پر فی کس ہزار، ہزار روپے رشوت لی۔

26 مارچ کو قابض افواج نے صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں دو شہریوں کو گرفتار کیا۔

27 مارچ کو قابض افواج نے صوبہ غزنی ضلع شلگر کے علاقے لیوان میں رات کو چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی اس دوران دس افراد کو حراست میں لیا۔

27 مارچ کو صوبہ بدخشان ضلع جرم میں فرغامنج کے مقام پر افغان فورسز نے فائرنگ کر کے پانچ شہریوں کو زخمی کردیا۔

27 مارچ کو صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے وزیر کمو میں امریکی فوجیوں نے چھاپے کے دوران ایک عام شہری کو شہید کردیا۔

27 مارچ کو صوبہ لوگر ضلع چرخ کے علاقے چاربرخہ میں افغان فورسز نے ایک مزائل داغا جو ایک گھر پر لگا جس سے ببرک نامی شخص کے گھر میں ایک خاتون شہید جبکہ پانچ بچے زخمی ہوئے۔

28 مارچ کو جارحیت پسندوں نے صوبہ بلخ ضلع شولگری کے سیاب علاقے میں دو شہریوں کو حراست میں لیا۔

28 مارچ کو صوبہ فاریاب ضلع دولت آباد کے علاقے شوردریا میں افغان فورسز نے آبادی کی جانب ایک راکٹ فائر کیا جس کے نتیجے میں ایک خاتون شہید جبکہ تین بچے زخمی ہوئے۔

29 مارچ کو صوبہ کاپیسا ضلع نجراب کے علاقے پچغان میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک عالم دین [مولوی سید میر] کو اپنے گھر سے باہر نکال کر بے دردی سے شہید کردیا۔

30 مارچ کو میڈیا نے ایک رپورٹ شائع کی کہ صوبہ لوگر کے ضلع چرخ کے مضافات میں افغان فورسز نے انتخابات کی تیاریوں کے سلسلے میں آپریشن شروع کیا جس کے نتیجے میں شہریوں کو جانی ومالی نقصان پہنچایا، مقامی لوگوں نے میڈیا کو بتایا کہ اس آپریشن میں 11 شہری شہید اور 40 زخمی ہوئے۔

اقتباسات: [بی بی سی، آزادی ریڈیو۔ افغان اسلامک نیوز ایجنسی۔ پژواک، خبریال، لراوبر، نن ٹکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹس]

تحریر: سیف العادل احرار

دشمن کی سراسیمگی

آئندہ ماہ اپریل میں افغانستان میں امریکہ کے زیر اہتمام انتخابات کا ڈرامہ قریب آرہا ہے جبکہ شکست خوردہ امریکہ اور اس کی کٹھ پتلی افغان انتظامیہ کی جانب سے بھی یہ دعوے سامنے آرہے ہیں کہ ملک کے طول وعرض میں مثالی امن قائم کیا گیا ہے، پرامن انتخابات کے انعقاد کے لئے سیکورٹی اہلکار الرٹ کھڑے ہیں طالبان انتخابات کے موقع پر کارٹ ڈالنے کی صلاحیت کھو چکے ہیں، ایک طرف وہ یہ اعلانات شدومد سے کر رہے تھے دوسری جانب طالبان نے جلال آباد اور وفاقی دارالحکومت کابل میں نہایت محفوظ مقام میں واقع غیر ملکیوں کے زیر استعمال سرینا ہوٹل پر فدائی حملے کرکے ان کے دعووں کی قلعی کھول دی۔

ان حملوں کے ذریعے مجاہدین نے واضح پیغام دیا کہ وہ کسی بھی جگہ پر دشمنوں کو نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ بزدل دشمن پر یوں ٹوٹ پڑے کہ وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئے اور جھوٹے پروپیگنڈے پر اتر آئے، رواں سال کے آخر تک قابض افواج کے انخلاء کا سلسلہ جاری ہے، بڑے دعوے کئے جا رہے تھے کہ امریکہ سپر پاور ہے اس کے مقابلے میں چند ہزار نہتے طالبان کہاں مقابلہ کرسکتے ہیں، کتنی نادانی کی بات ہے کہ سپر پاور امریکہ چند ہزار نہتے طالبان کا مقابلہ خود نہیں کرسکتا چار درجن ممالک کی افواج کی معیت میں یلغار کرنے کا کیا مطلب لیا جائے؟ کیا سپر پاور کا مطلب یہی ہے کہ 45 ممالک کی افواج کو بھی ساتھ ملا کر ایک کمزور ملک پر حملہ کرے؟ اگر واقعی امریکہ سپر پاور ہے تو پھر درجنوں ممالک سے عسکری مدد طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ نے برملا کہا کہ سپر پاور کی ذات اللہ تعالیٰ ہے ہماری نظروں میں امریکہ بہادر کی کوئی حیثیت نہیں، وہ ظالم وجابر ملک ہے، وہ توسیع پسندانہ عزائم کی خاطر دنیا پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر فروغ دہشت گردی کر رہا ہے اور اسی لئے مسلم ممالک پر حملہ آور ہو رہا ہے، فساد کی اصل جڑ امریکہ ہی ہے، دنیا میں جہاں پر بھی بدامنی کے واقعات رونما ہو رہے ہیں ان کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ کارفرما ہے، دنیا کو اس کی شر سے محفوظ رکھنے کے لئے طالبان مجاہدین نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے امریکی جارحیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور گزشتہ تیرہ برس کے دوران افغانستان کے پہاڑوں، محلوں، شہروں اور بستی بستی میں امریکہ کا وہ حشر کیا جو اس سے پہلے سوویت یونین اور انگریز کا کیا تھا، آج وہ خود بھی اعتراف کر رہا ہے کہ وہ پیچیدہ جنگ میں پھنس چکا ہے، اربوں ڈالر جنگ میں جھونکنے اور ہزاروں فوجیوں کے ضیاع کے باوجود وہ ناکام رہا اور مزید نقصانات سے بچنے کے لئے مجبوراً واپسی کا اعلان کیا۔

انتخابی ڈرامے کا مرحلہ قریب آرہا ہے، ڈرامے کے لئے میدان سجا جا رہا ہے، مثالی امن کے دعوے بھی کئے جا رہے ہیں اسی اثناء میں گزشتہ جمعہ کو طالبان نے ایک خاص حکمت عملی اور منظم منصوبہ بندی کے تحت صوبہ ننگرہار کے شہر جلال آباد میں اہم سرکاری تنصیبات اور وفاقی دارالحکومت کابل میں غیر ملکیوں کے زیر استعمال سرینا ہوٹل کو ہدف بنا کر ان کے تمام دعووں پر پانی پھیر دیا اور یہ واضح پیغام دیا کہ افغان فورسز میں ہرگز یہ صلاحیت نہیں کہ وہ طالبان کا مقابلہ کرسکیں، طالبان نے گزشتہ جمعرات کو علی الصبح ساڑھے پانچ بجے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے لیس ہو کر صوبائی دارالحکومت جلال آباد شہر کے وسط میں واقع پولیس اسٹیشن پر دھاوا بول دیا، ایک فدائی مجاہد عبداللہ مجاہد نے بارود سے بھری گاڑی مرکزی گیٹ سے ٹکرادی جس کے نتیجے میں موجود وہاں تمام رکاوٹیں دور ہوگئیں جس کے بعد دیگر تین

فدائی مجاہدین عبدالرحمن ننگرہاری، محمد ایوب کابلی اور رحیم اللہ لوگری اہم سرکاری تنصیبات کو نشانہ بنانے کے لئے اندر داخل ہوگئے جہاں گورنر ہاؤس اور دیگر فوجی تنصیبات کو نشانہ بنایا۔امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کے مطابق سب سے پہلے ایک فدائی مجاہد نے مرکزی گیٹ پر فدائی حملہ کیا جس کے بعد دیگر جانثار مجاہدین تھانے میں داخل ہوئے، باوثوق ذرائع نے بتایا کہ 5 گھنٹے تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں 29 پولیس اہلکار ہلاک ہوئے،ایک فدائی نے فون کے ذریعے بتایا کہ پولیس اہلکاروں کی لاشیں ان کے سامنے پڑی ہیں، جب مجاہدین کے ہتھیار ختم پڑ گئے تو انہوں نے ہلاک ہونے والے اہلکاروں کی مشین گنیں لیکر لڑائی جاری رکھی،5 گھنٹے بعد یہ کامیاب کارروائی ختم ہوئی جس میں 29 اہلکار ہلاک جبکہ 43 اہلکار زخمی ہوگئے اور چاروں فدائی مجاہدین نے بھی جام شہادت نوش کر کے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا، اللہ ان کی قربانی قبول فرمائے۔

اسی طرح جمعہ کی رات کو وفاقی دارالحکومت کابل شہر کے انتہائی سیکورٹی کے حامل صدارتی محل کے قریب کابل سرینا ہوٹل پر امارت اسلامیہ کے فدائین نے حملہ کیا، رات نو بجے کے بعد امارت اسلامیہ کے چار فدائین صدیق اللہ معاذ، ظہوراللہ، حافظ آغامحمد حیدری اور عبداللہ جو خودکار ہتھیار، ہینڈ گرنیڈ اور مقناطیسی بموں سے لیس تھے، تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے سرینا ہوٹل میں گھس گئے اور تین گھنٹے تک کارروائی جاری رکھی۔مصدقہ اطلاعات اور سابقہ معلومات کی بناپر مضبوط منصوبہ بندی کے تحت مجاہدین ہوٹل میں داخل ہوئے، جہاں پر استعماری ممالک کی اہم شخصیات، کابل انتظامیہ کے اعلی عہدیدار اور پارلیمنٹ کے ارکان کسی اجلاس کی غرض سے اکٹھے ہو رہے تھے۔

منصوبہ بندی کے تحت مجاہدین ہوٹل میں گھس کر دو حصوں میں تقسیم ہوئے،ایک گروپ نے وہاں دشمن کو محاصرے میں لیکر کارروائی شروع کی، کمروں کی تلاشی لی گئی، اہم شخصیات کو نشانہ بنایا گیا، جبکہ دوسرے گروپ نے کابل انتظامیہ کے سیکورٹی اہلکاروں کا مقابلہ کیا اور انہیں ہوٹل سے باہر مصروف رکھ کر اندر مجاہدین کو موقع فراہم کیا کہ وہ تسلی سے کمروں کی تلاشی لیکر اہم شخصیات کو نشانہ بنائے، یہ کارروائی تین گھنٹے تک جاری رہی جس کے نتیجے میں دشمن کے 22 ملکی و غیر ملکی اہم عہدیداران ہلاک جبکہ 13 زخمی ہوئے۔رات بارہ بجے تک جاری رہنے والی کارروائی آخری مجاہد کی شہادت سے اختتام پذیر ہوئی۔

اسی طرح ایک اور کارروائی میں امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے صوبہ فراہ ضلع پشت رود میں حکومتی حامی اہلکاروں پر فدائی حملہ کیا۔موصولہ رپورٹ کے مطابق پیر کے روز سہ پہر دو بجے مسو دوراہی کے علاقے میں معروف مخالف کمانڈر مامور نبی پر امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد شہید عبدالواسع باشندہ صوبہ ہرات نے بارود بھری کرولا گاڑی کے ذریعے فدائی حملہ کیا۔ذرائع کے مطابق حملے میں 4 اہلکار موقع پر ہلاک جبکہ 3 زخمی ہوئے، البتہ مامور نبی کی ہلاکت یا زخمی ہونے کے بارے میں اطلاع نہیں ملی۔

نیز اسی روز صوبہ ننگرہار ضلع بٹی کوٹ میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے امریکی اور افغان فوجیوں پر حملہ کیا، اطلاعات کے مطابق سہ پہر دو بجے مشوانی کے علاقے میں امریکی و کٹھ پتلی فوجیوں نے چھاپہ مارا جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس دوران جانبین کے درمیان جھڑپ ہوئی جس کے نتیجے میں 12 قابض اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے، ذرائع کے مطابق بزدل دشمن کے ساتھ دوبدو لڑائی میں شکست کے بعد حسب معمول انہیں فضائیہ کی مدد طلب کرنا پڑی، جس کے بعد قابض افواج نے بمباری کی، جس کے نتیجے میں 4 مجاہدین شہید ہوئے۔

ان تمام واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ طالبان عسکری لحاظ سے کتنے طاقتور اور مضبوط ہو چکے ہیں کہ جب اور جہاں حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کریں ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں اور آج تک کسی منصوبہ بندی میں ناکام نہیں ہوئے، آج تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے کہ ان کی کوئی منصوبہ بندی اور حکمت عملی ناکام رہی ہو یا ہدف تک پہنچنے سے قبل انہیں گرفتار کیا گیا ہو، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجاہدین کتنے مضبوط اور باہم مربوط ہو چکے ہیں اور دشمن کا نیٹ ورک کتنا کمزور اور صلاحیت سے محروم ہے، ان کا بوسیدہ نظام کسی بھی وقت زمین بوس ہو سکتا ہے، اللہ تعالی مجاہدین کی مدد فرمائے، انہیں اخلاص اور کامیابی نصیب فرمائے اور شکست خوردہ دشمن کا شیرازہ مظلوم افغانوں کے ہاتھوں بکھیر دے۔

◆◆◆

کیا ہم ایک ہی ہیں؟

محمد فرہاد جانباز

مجھے بہت افسوس ہوا۔ میرے ناتواں دل پر رنج اور غم کی برسات ہونے لگ گئی۔ اُن دونوں کی باتوں نے آسمانی برق ورعد کا کام کیا تھا۔ جس سے میرا دل تھرّا گیا۔ دماغ کی چولیں ہل گئیں۔ آہ! ان دونوں کی زبان درازی کتنی بے ہودہ تھی۔ وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے امتی تھے۔ ایک ہی دین کے پاکیزہ نظریۂ وحدت کے حامل تھے۔ لیکن ایک چھوٹی سی بات تھی کہ ایک اُس زبان کا بولنے والا تھا اور دوسرا اِس زبان کا حامل تھا۔ یہ تو ایک بہت ہی معمولی اور چھوٹا سا فرق ہے۔ گویا نابود ہے۔ اس کے مقابلے میں رائی کا دانہ بھی پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ اس فرق کی حیثیت نیست کی اس وجہ سے ہے کہ اسلام کے نظریۂ آفاقیت نے اس کی ہستی کو کالعدم قرار دے دیا تھا۔ لیکن افسوس! آج اس کے وجود کی نشاۃ ثانیہ کیوں اور کیسے ہو گئی ہے؟؟

بہت دکھ اور درد کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ پیارے نبی ﷺ کے وہ دونوں امتی، قوم پرستی اور لسانی تعصب پر مبنی ناشائستہ اور ناپاک گفتگو کر رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی مادری زبان پر کیچڑ اچھال رہے تھے۔ ایک اپنی زبان کی فضیلت کا دعوے دار تھا اور دوسرا اپنی زبان کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے گندے اور تراشیدہ دلائل کا انبار لگا رہا تھا۔ میں اپنے پیارے ہم مذہبوں سے پوچھتا ہوں: آخر تم ہی بتاؤ! ہمارے دماغوں کے بطن میں اس پلید طاعون نے کیوں اور کیسے جنم لیا ہے؟؟ کیوں زبان کو معیارِ فضیلت قرار دے کر اپنے درمیان نفرت کی دیواریں قائم کی جا رہی ہیں؟ کیا یہ ہمارے زوال کا نقطۂ آغاز نہیں کہ ہمارے شجرِ وحدت کو جس کلہاڑے کی ضربوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا ہے، اس میں لگا دستہ اسی درخت کی ایک شاخ ہے۔ وائے احساسِ زیاں! ہماری وحدت کے دشمن نے تو ہمیں چند خوابوں کے اُجالے عطا کر کے دنیا کے حوالے کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے جن تاریکی کے ماروں کو سورج ہماری چوکھٹ سے ملا کرتا تھا، اب وہ روشنی کی کرنیں ہمیں خیرات میں دیتے ہیں۔

خود بِک گئے حیات کی نیلام گاہ میں
وہ بانٹتے تھے، جو کبھی کون و مکاں کی بھیک

وہ کون بدبخت انسان نما تھا، جس نے اِس بُجھے ہوئے کوئلے کو سُلگتی چنگاری بنا ڈالا ہے؟ کتنی ہی دفعہ زبان کی بنیاد پر کشت و خون ہو چکا ہے۔ آج عالم اسلام میں کون سا ایسا دن ہے جس کے سورج کی شعاعیں، لسانی تعصب کی وجہ سے بے روح ہونے والے کے لہو پر نہ پڑتی ہوں؟ میں حیران ہوں خالق کائنات کی اشرف المخلوقات کو اس تاریک راہ پر کس نے ڈال دیا ہے؟ میرا تعجب اور کرب اس وقت دوچند ہو جاتا ہے جب پیارے اللہ کے اس دل نشین فرمان پر فکر و تدبر نہیں کیا جاتا۔ مسلمانوں کے رب نے تو اپنے کلام مبارک میں واضح ارشاد فرمادیا ہے: ”تم میں سب سے زیادہ باعزت شخص وہ ہے، جس کا تقویٰ زیادہ ہو“۔ پھر کیوں زبان کو فضیلت اور عدم فضیلت کا معیار گردانا جاتا ہے؟ حالاں کہ زبان کا اختلاف تو آپس میں جان پہچان کے لیے پیدا کیا گیا ہے، نہ کہ بڑائی کو ثابت کرنے کے لیے۔ یہ تو دشمن کی چال ہے۔ اس نے ہمیں بے وقعت اور بے مقصد بکھیڑوں میں پھنسا دیا ہے۔ آپ اس وقت کسی محبِ اسلام کے الم و کرب کا اندازہ کیسے کر سکتے ہیں، جب وہ دین کی دانش گاہوں سے بھی ایسی بے ہودہ آوازیں بلند ہوتی دیکھ رہا ہو؟ کیا ہماری پستی حد سے نہیں گزر گئی کہ اب یہ شور و غوغا وہاں بھی جنم لے رہا ہے جہاں بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جانے اور تورانی، ایرانی اور افغانی نہ رہنے کا پاکیزہ دیرِ سرور درس دیا جاتا ہے؟

یقین جانیے اب تو دل تڑپ تڑپ کر یہ کہہ رہا ہے کہ کسی طرح گنبدِ خضرا کے مکیں تک یہ پیغام پہنچا دو: ” اے خاصۂ خاصانِ رسل! آپ پر لاکھوں درود و سلام ہوں، لیکن ہم اپنی غفلت اور نااہلی کی وجہ سے اب وہ ” جسدِ واحد “ نہیں رہے، جس کے ایک عضو پر کانٹا چبھ جائے تو تمام بدن شدتِ درد سے

بلبلا اٹھتا ہے"۔ اور اس مرحوم شاعر کو بھی خبر کر دی جائے: "اب ہم پرچم اسلام کے سائے تلے ایک نہیں رہے۔ ہم کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے مابین بنائی گئی نظریہ اسلام کے مخالف خطوں کی ناجائز تقسیم کو قبول کر کے ایک نہیں رہے، بلکہ پاکستانی، افغانی، ایرانی اور تورانی بن گئے ہیں۔ اسی لیے ہماری تمام خوشیاں سانجھی نہیں رہیں اور غم بھی ایک نہیں، کروڑوں بن گئے ہیں"۔ اسی لیے ہم ایک امت ہونے کے باوجود کئی زمینی ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

کاش ہمیں معلوم ہو جائے دشمن کی ان ناپاک سازشوں سے ہماری جڑیں کٹ رہی ہیں۔ امت کی بقا، فنائیت میں بدل رہی ہے۔ اسی تعصب کی وجہ سے ہمارے درمیان نفرت، بغض اور دشمنی نے جنم لے لیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کا سدِ سکندری جیسا اتحاد ریزہ ریزہ ہوا اور فرد کے تنہا رہ جانے کی وجہ سے ربطِ ملت ختم ہو گیا ہے۔ تب پھر قرآن حکیم کا وہ فرمان کیوں کر صادق نہیں آئے گا، جس میں ایسے موقعوں پر ہماری ہوا کے اکھڑنے کی اطلاع ہم پہنچائی گئی ہے۔ امتِ محمد کو یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے: اگر ہم کو اپنی بقا منظور ہے اور دنیا میں زندہ بہ نام رہنے کی کوئی چنگاری ہماری خاکستر میں پوشیدہ ہے تو ان بے ہودہ نوع بہ نوع تعصبات سے بالا تر ہونا ہو گا۔ تاریخ کے سینے پر آج بھی ان قوموں کے عبرت آموز زوال کی داستانیں رقم ہیں، جن کے اندر ایسی وبائیں چلی تھیں۔

میری اہل اسلام سے گزارش ہے کہ قوم پرستی اور لسانی تعصب ہمارے رستے زخموں کا مرہم ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں یہ تفریق بھی ختم کر دینا ہو گی، جس نے ہماری وحدت کو پارہ پارہ کر کے دشمن کو ہم پر ہنسنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کو قبول کرنا ہو گا۔ اس لیے کہ اسلام کا نظریہ صرف جہاں گیری ہی نہیں ہے، بلکہ عالم گیریت بھی ہے۔ جس میں تمام اقوام کو بلا امتیاز زبان اور رنگ و نسل کے پناہ دی جاتی ہے۔ یہودیوں نے اسلام کے اسی عظیم الشان اور وسیع ترین نظریہ عالم گیریت و آفاقیت کے تحت اسپین کو اپنے لیے جائے ماندن منتخب کیا تھا کہ اس آفاقی قانون کی چھت کے نیچے گورے، کالے، عجمی و عربی اور ہر کس و ناکس کو تعصبات کی آگ برساتے آفتابوں سے پناہ ملتی ہے۔ ورنہ اس وقت مسخ شدہ عیسائیت نے تو بے سروپا یہودیت کو بے مکان بھی کر دیا تھا۔ اگر اسلام کا یہ سائبان ان کو میسر نہ ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ فنا کے صحرا میں بے سہارگی کی تپش سے پگھل جاتے اور اپنی شرارتوں کی بنا پر کوئی ٹھکانہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ وادیِ تیہ کے آوارہ گرد بن جاتے۔ حالاں کہ یہی وہ زمانہ ہے جب ان ناہنجاروں کی حرزِ جاں عبرانی زبان کو زندگی کی ایک نئی قسط ملی تھی۔ یہیں یہ بات سمجھ آتی ہے اگر عربی زبان میں نازل ہونے والا قرآن اور اسی قابل فخر زبان میں مبعوث ہونے والے نبی علیہ الصلوات والتسلیمات، لسانی تعصب اور قوم پرستی کے ہم نوا ہوتے تو آج شاید ہی کوئی عجمی، تورانی اور ایرانی "لاالہ اللہ محمد رسول اللہ" کہنے والا ہوتا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں۔ بلکہ دل چسپ بات تو یہ ہے کہ یہی دونوں اس چیز کے شدید مخالف واقع ہوئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہمارے بختوں کے جاگنے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ہم اس معبود برحق کے روبہ رو اپنی پیشانی جھکا کر اقوام عالم میں خود کو بلند کروا لیتے ہیں، جس نے بذریعہ وحی " تم میں سب سے زیادہ باعزت محض اللہ تعالی کے ہاں وہ ہے، جس کا تقویٰ زیادہ ہو" کا پاکیزہ کلام اس پاک پیغمبر پر نازل فرمایا جنہوں نے " تو کسی گورے اور کالے سے بڑھ کر فضیلت والا نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے کہ تیرا تقویٰ ان دونوں سے بڑھا ہوا ہو" کا پُر سرور درس دیا ہے۔

بہ ہر حال یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اللہ تعالی اپنی ذات و صفات میں یکتا اور واحد ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی توحید و وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے۔ اسی لیے وہ اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہے کہ میری توحید کے قائل تمام مسلمان بھی وحدت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہوں۔ اور یہ زبانِ رسول امین "جسد واحد ہوں"۔ پھر چوں کہ اللہ تعالی کو طاقت ور مومن پسند ہے، تو اگر ہم اپنے اندر سے انتشار، لسانی تعصب اور خود ساختہ بے بنیاد اندرونی اختلافات کو ختم کر لیں اور ملتِ واحد میں گم ہو جائیں تاکہ ربطِ ملت کے پیدا ہونے سے فرد قائم ہو سکے... تو یقیناً مومن کی طاقت میں اضافہ ہو گا۔ جس سے وہ اللہ کی نظر میں اور زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہو جائے گا۔

عبید تنویر

شکست کے عوامل اور بہانہ تراشیاں

جارحیت پسند اور ان کے کٹھ پتلیوں کا خیال تھا کہ کم از کم سرما کے موسم میں امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین کے حملوں سے محفوظ رہ جائیں گے۔ سردیوں کا موسم آگ کے سامنے ذرا اطمینان سے تو گزرے گا۔ انہیں خبر نہیں کہ جو لوگ ایمان اور اخلاص کا لبادہ اوڑھ لیں ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ ان کے لیے گرم اور سرد ہوا، سرما اور گرما یا خزان اور بہار سب ایک برابر ہوتے ہیں۔

اسی دیانت اور وفا کا نتیجہ تھا کہ امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین نے سخت سردیوں میں بھی جارحیت پسندوں اور ان کے مزدوروں کو صوبوں اور اطراف واکناف میں بھاری نقصانات سے دوچار کیا۔ کابل کے وزیر اکبر خان کے علاقے میں لبنانی ہوٹل پر تباہ کن حملہ، ننگرہار ضلع غنی خیل میں جارحیت پسندوں کے اہم مرکز پر بڑا دھاکا اور 21 جارحیت پسندوں کی ہلاکت، قندہار ضلع ژیڑی میں آپریشن کے دوران ایک درجن امریکیوں کی ہلاکت، ہلمند کے کئی علاقوں میں خارجی جارحیت پسندوں پر فیصلہ کن حملے، ضلع سروبی میں نیشنل آرمی کے اہم مرکز پر ہلاکت خیز حملہ، غازی آباد میں نیشنل آرمی کے 25 اہلکاروں کی ہلاکت اور اس طرح کے دیگر کامیاب حملے اور اہم کارروائیاں ہیں جو مجاہدین نے سرما کے موسم میں کیں۔ اور دشمن پر یہ واضح کر دیا کہ مجاہدین کی تلوار سے شیطان اور اس کا گمراہ لشکر کبھی بچ نہیں سکتا۔

مکار کابل انتظامیہ پر جب حملے شدید ہو جاتے ہیں اور حملے کی شدت سے ان کے دماغ کے کنگرے ہل جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے سیاسی اور عسکری حکام مستعفی ہو جائیں وہ انتہائی فرسودہ اور گھسا پٹا بہانہ اور الزام ایک بار پھر دہرانا شروع کر دیتے ہیں کہ اس حملے کی منصوبہ بندی پڑوسی ملک میں کی گئی تھی۔ اپنی ناکامی اور بزدلی چھپانے کے لیے سینکڑوں بار دہرایا جانے والا الزام ایک بار پھر دہرا دیتے ہیں اور پھر تو میڈیا پر چھوڑ دیے کہ عوام کو مغالطے دینے کے لیے وہ ان بہانہ تراشیوں کو حقیقت کا ایسا ملمع لباس پہنانا شروع کر دیتے ہیں کہ لوگ یقین کرنے لگ جاتے ہیں۔ بات کے ثبوت کے لیے دور دور کی کوڑیاں لائی جاتی ہیں اور پھر اپنے طنبورے سے پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حالیہ غازی آباد کے واقعے میں جانبدار میڈیا نے اپنا ناپاک کردار ایک بار پھر دہرایا۔ اور سیاسی سودے بازی کے لیے حقائق کو الٹ پھیر کر رکھ دیا۔

ہم صدارتی محل، پارلیمنٹ، سول سائٹیوں اور بے رحم میڈیا سے پوچھتے ہیں کہ ان مظلوم افغانوں کے جنازے کیوں صدارتی نہیں لائے جاتے اور ان کے حق میں کیوں پروپیگنڈا مہم نہیں چلائی جاتی جو امریکی اور نیشنل آرمی کے ذریعے روزانہ افغانستان میں بے رحمانہ قتل عام کر رہے ہیں، جو گھروں پر منوں وزنی بم گراتے ہیں، ان کے حوالے سے کیوں کوئی خبر شائع نہیں کی جاتی، کہ ان کے قاتل کون ہیں اور ان کے قتل کے منصوبے کہاں بنائے گئے تھے؟

معلوم ہوا بات دورو خے پن اور منافقت کی ہے۔ افغان عوام کے قتل، خون اور نقصانات کی صدارتی محل، کابل انتظامیہ، امریکی میڈیا اور افغانستان میں کام کرنے والی انسانی حقوق کی تنظیموں کے ہاں کوئی اہمیت نہیں۔ ان کے لیے صرف امریکی نقصانات اور امریکی مفادات کے لیے لڑنے والے جنگجوؤں کی ہلاکت اہمیت رکھتی ہے۔ ایسے واقعات جب پیش آتے ہیں تو غازی آباد کے واقعے کی طرح ان کی ہمدردی کی مہم چلائی جاتی ہے۔ ان کے لیے تعزیتی پروگرام کیے جاتے ہیں اور تابوتوں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔

مگر ان مکاروں کو جان لینا چاہیے کہ سورج کو ہتھیلی سے ڈھانپا نہیں جا سکتا۔ آج ہر کوئی جان گیا ہے کہ امریکا افغانستان میں کن مقاصد کے لیے آیا ہے اور یہ ساڑھے تین لاکھ کی نیشنل آرمی کس لیے بنائی گئی ہے۔

ہمیں نہیں معلوم کابل انتظامیہ کب تک اپنی شکست اور رسوائی کی وجوہات اپنے منشیات اور ہر طرح کی بدمعاشیوں کے عادی افواج میں تلاش کرنے کی بجائے ملک سے باہر پڑوسی ممالک میں تلاش کرتا رہے گا۔

انتخابات، انتصابات

آئندہ انتخابات (انتصابات) امریکا اور ناٹو کی تیرہ سالہ جارحیت کے عرصے میں تیسرا اچھوتا تماشا ہے۔ پہلی بار جمہوریت کا یہ کھیل 2004 میں شروع کیا گیا جو انتہائی ڈرامائی انداز میں کرزئی کی کامیابی پر ختم ہوا۔ کیوں کہ اس وقت جارحیت پسند عاشقان مجازی کی طرح کرزئی کے گرد جمع تھے۔ قصر جمہوریت کی تخت نشینی کے لیے ان کا نظر انتخاب صرف کرزئی پر ہی پڑتا تھا۔ ان کی نظر میں کرزئی کے علاوہ اور کوئی بھی اس قابل نہ تھا جو شاہی تخت وتاج کے قابل ٹھہرتا۔ مگر کھیل کے دوسرے مرحلے میں امریکیوں کے خیالات میں ماضی کی بہ نسبت 180 درجہ کا یوٹرن آگیا تھا۔ سابق امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے اپنی کتاب میں انکشاف کیا ہے کہ 2009 کے انتخابات میں انہوں نے کرزئی کے خلاف دست اندازی کی تھی اور قصداً انتخابات کو دوسرے مرحلے تک پہنچادیا تھا۔ بالآخر کئی ماہ تک چیخ وپکار اور رونے دھونے کے بعد امریکا نے انتخابات کے دھاندلی زدہ نتائج تسلیم کرلیے۔ انہیں کے حکم پر ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ مقابلے سے دستبردار ہوگئے۔

اب بدنام جارحیت پسند اپنے ماضی اور گزشتہ انتخابی دھاندلیوں کو دیکھتے ہوئے سخت قسمیں کھارہے ہیں کہ آئندہ انتخابات میں کسی قسم کی دراندازی نہیں کریں گے۔ اور نہ کسی امیدوار کی حمایت کریں گے۔ مگر ان کی قسموں کا کیا اعتبار؟ حامد کرزئی اور عبداللہ عبداللہ کو ان کی جھوٹی قسموں کا خوب اندازہ ہے۔ پہلے انتخابات میں اول الذکر اور دوسرے انتخابات میں ثانی الذکر کے حق میں حد سے زیادہ دراندازی اور مداخلت کی۔ دیگر امیدواروں کو بھی معلوم ہے کہ اس رسی کا سرا کس کے ہاتھ میں ہے۔

مغربی جمہوریت اور بین الاقوامی قوانین کے مطابق انتخابات اس وقت قابل اعتماد ہوتے ہیں جب ملک میں حالات نارمل ہوں۔ سیاسی استقلال، امن اور صلح کا ماحول ہو۔ ملک کے تمام امور ایک قومی حکومت کے کنٹرول میں ہوں۔ ملک کی زمین اور فضا میں ایک قومی حکومت قائم ہو۔ فوجی وعوامی تنصیبات، معاشرتی اور عسکری بنیادیں، نشریاتی وسائل اور جاسوسی سسٹم سب پر مقامی حکومت کا کنٹرول مضبوط ہو۔

آئندہ انتخابات اس لیے قابل اعتماد اور شفاف نہیں ہوسکتے کہ جارحیت میں جمہوریت کا مطلب ہی یہ ہوگیا ہے کہ "عوام اپنے اختیارات کے مالک خود نہیں ہیں"۔ کیوں کہ جارحیت میں لوگوں کی زندگی کے اصل حقوق پامال ہوجاتے ہیں۔ آزادی، انصاف، اختیارات انہیں کچھ بھی میسر نہیں ہوتا۔ کسی کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہتی۔ عام آدمی سے لے کر سربراہ مملکت تک سب جارح قوتوں کے رحم وکرم پر ان کے حکم کے پابند ہوتے ہیں۔

بالفرض مان لیا جائے کہ بیرونی قوتیں بھی انتخابات میں کوئی مداخلت نہیں کریں گی، افغان عوام نے اپنی مرضی سے انتخابات میں شرکت کی، امیدواروں میں سے کسی ایک کے سر پر صدارت کا تاج رکھا گیا اور اسے صدارتی محل کی کرسی پر بٹھادیا گیا۔ ایک طرف جارحیت پسندوں نے اس کا پرجوش استقبال کیا دوسری طرف دنیا بھر کے سربراہان مملکت اس کے نام مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔ کیا جب تک یہ جارحیت قائم ہے نئے صدر اور حامد کرزئی کے درمیان کچھ فرق آسکے گا؟

ہم فرض کریں کہ انتخابات میں ایک نیک اور جنگ وجدل سے دور شخص ہی کامیاب ہوکر صدارتی محل پر قابض ہوجائے۔ تو افغان عوام کے لیے وہ کون سی قابل قدر خدمت انجام دے سکے گا؟ کچھ بھی نہیں! اتنی بات ٹھیک ہے کہ وہ صدارتی محل میں برائی کی جگہ اچھے کام کرے گا نماز، روزہ، تلاوت کلام پاک وغیرہ وغیرہ مگر صدارتی محل کے باہر وہ بیرونی آقاؤں ہی کے احکامات کا پابند رہے گا۔ باہر کی دنیا میں انہیں کا حکم چلے گا۔ کرزئی کی طرح نئے صدر کے بھی صرف بے بسی کے آنسو اور چیخ وپکار سنائی دے گی۔ عمل میں وہ بھی صفر ہوگا۔ پھر تو یہ تاج نہ ہوا گیدڑ کی ٹوپی ہوئی۔

◆ ◆ ◆

انتخابات کہاں ہوں گے؟

موسم سرما میں قابض افواج اور کرزئی حکومت قدرے پر سکون ہوتے ہیں کیونکہ موسم سرما میں طالبان نہیں ہوتے وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بلند و بانگ دعوے شروع کرتے ہیں، وہ نہتے شہریوں کو حراست میں لیکر جیلوں میں ڈال دیتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ سرچ آپریشن میں بیس ہلاک ہوگئے اور بیس کو گرفتار کرلیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موسم بہار کے بعد ایسے آپریشنز کیوں نہیں کئے جاتے ہیں جہاں طالبان سر عام گھومتے ہیں اور ہر جگہ قابض افواج پر حملے کرتے ہیں۔

حسب سابق امسال بھی کرزئی حکومت نے پروپیگنڈوں کا ایک طوفان برپا کیا، بڑے بڑے دعوے کئے جارہے تھے کہ امریکہ اور نیٹو افواج کے بغیر بھی ہماری فوج طالبان کو کچلنے کی صلاحیت رکھتی ہے، لوگ حیران رہ جاتے ہیں کہ جہاں آپ آپریشن کا اعلان کرتے ہیں وہاں موسم سرما میں طالبان کا نام بھی نہیں ہوتا، لیکن درحقیت حکومت چاہتی ہے کہ اس طرح بلند و بانگ دعوے کرکے آئندہ صدارتی انتخابات کے پرامن انعقاد کے لئے عوام کو مطمئن کیا جاسکے، لیکن ہمیں تو معلوم ہے کہ ہر صوبے میں انتخابات کے ساتھ عوام کی دلچسپی کتنی ہے اور اس حوالے سے کام کتنا ہوا ہے اس کے باوجود کرزئی حکومت چاہتی ہے کہ انتخابات کا ڈرامہ مکمل کیا جائے اور میدان میں گیارہ امیدوار کھڑے ہیں اگرچہ کامیابی کی سند امریکہ کے پاس ہے اور اعلان بھی درحقیقت وہاں سے ہوگا لیکن عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے انتخابات کا ڈرامہ رچایا جارہا ہے۔

کرزئی حکومت کی رٹ کہاں قائم ہے صدراتی محل بھی محفوظ نہیں، سی آئی اے کے مرکز کے اندر بھی فدائی مجاہدین داخل ہوچکے ہیں، لبنان ہوٹل میں بھی ان پر حملہ کیا گیا، ملک کے وفاقی دارالحکومت اور دارالحکومت کے اندر صدارتی محل محفوظ نہ ہو تو انتخابات کیسے پرامن ہوسکتے ہیں؟ گزشتہ انتخابات میں الیکشن سے دو روز قبل فدائی مجاہدین نے کابل کو یرغمال بنایا، انتخابات کے روز حلقہ نمبر 8 میں فدائی حملہ کیا گیا اس صورتحال میں کرزئی حکومت عوام کو کیا اطمنان دلاسکتی ہے کہ انتخابات پرامن ہوں گے وہ رائے دہی کے استعمال کے لئے اسی دن اپنے گھروں سے نکل جائیں اور جاکر ووٹ کا استعمال کریں۔

اگر کوئی یہ دعوہ کرے کہ فوج، پولیس اور جنگجوں قیام امن کے لئے کردار ادا کریں گے تو یہ محض خواب ہی ہوگا کیوں کہ صرف ماہ جنوری میں سینکڑوں اہلکار حکومت سے علحید گیاختیار کرکے مجاہدن سے آملے تھے، اور جواب تک وہاں موجود ہیں وہ بھی دیوانے نہیں کہ کسی صدارتی امیدوار کے لئے اپنی جان قربان کردیں، وہ تنخواہ دار عملہ ہے وہ مہینے کے وسط میں جب انتخابات ہوں گے وہ ہرگز قربانی کا بکرا نہیں بنیں گے اور نہ ہی دوسروں کے مفادات کی خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈالیں گے۔

ممکن ہے کہ حسب سابق انتخابات بھی صرف کابل، بڑے شہروں اور سرکاری مقامات میں ہی ہوں گے اور اس کے بعد پھر ایک نیا شور شرابا شروع ہوگا کہ کہاں پر دھاندلی ہوئی، فلاں گورنر نے فلاں کے لئے کام کیا، ہمیں معلوم ہے کہ آئندہ صدر بھی گزشتہ کی طرح برائے نام صدر ہوگا نہ کہ منتخب۔

❀ ❀ ❀

عابد مجاہد

یہ شانِ بے نیازی

ہمارے حق پرست شاعر "تراب" صاحب بھی غضب کرتے ہیں۔ محسوسات کے ذریعے معقولات کی بہت اچھی تصویر کشی کرتے ہیں۔امریکی فوجیوں کے جرائم اور وحشت کے بعد بے پرواہی اور استغنا کی تصویر بہت خوبی سے کھینچی ہے اور اس بد معاشی کے لیے عام فہم عوامی لفظ استعمال کیا ہے ان کا پشتو شعر ہے

''..... چې عزت مو ترخپو موزو لاندې کړې...
او بیا ارتې تنې هم ګرځې جانانه.. ''

ہماری عزت خاکی بوٹوں تلے پامال کر ڈالی پھر کھلے گریبان بھی پھر رہے ہو۔ (کھلا گریبان عام طور پر بے نیازی اور بے پرواہی کی علامت ہوتی ہے)

ان کا یہ شعر اس وقت یاد آیا جب گزشتہ ماہ اقوام متحدہ نے افغانستان میں گزشتہ سال 2013 میں عوامی نقصانات اور قتل عام کے حوالے سے رپورٹ نشر کی۔

رپورٹ میں لکھا ہے کہ گزشتہ سال کے دوران کل 8615 افراد ہلاک ہوئے ہیں جن میں خواتین، بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں۔

رپورٹ میں پورے وثوق سے 74 فیصد ہلاکتوں کے ذمہ دار طالبان، 10 فیصد کے ذمہ دار نیشنل آرمی اور 3 فیصد کا ذمہ دار امریکی اور نیٹو فوجیوں کو قرار دیا گیا تھا۔

یہاں پہلے ہم سال 2013 کے دوران ناٹو کی جانب سے ہونے والی بمباری میں شہید ہونے والے عام لوگوں کے حوالے سے شائع ہونے والی کچھ آزاد ذرائع کی رپورٹیں پیش کر رہے ہیں۔ قارئین کرام اس کے بعد اقوام متحدہ کی رپورٹ میں ہونے والی فیصدی کی تقسیم کے حوالے سے خود فیصلہ کریں۔

جی ہاں ! ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ طالبان کی جانب سے ہونے والے فدائی حملوں یا بارودی سرنگ کے دھماکوں میں کسی حد تک عام لوگ بھی مارے جاتے ہیں مگر جتنا اقوام متحدہ نے اپنی رپورٹ میں الزام لگایا وہ لوگوں کی نظروں میں دھول جھونکنے سے زیادہ کچھ نہیں۔

13 جنوری میدان وردگ ضلع سید آباد میں تنگی درہ کے علاقے حسن خیلو میں ایک مسجد پر ہونے والی فضائی بمباری میں 18 افراد شہید اور 30 سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ پہلے مسجد پر بمباری کی گئی، بمباری کے بعد لوگ گھروں سے نکلے تاکہ مسجد کے ملبے میں دبے شہید ہونے والے نمازیوں کو نکالا جا سکے، اتنے میں ایک بار پھر مسجد پر بمباری ہو گئی اور اس کے بعد بیرونی اور اندرونی فوجیوں نے ان لوگوں کو ایک ایک کر کے گولیوں کا نشانہ بنایا جو گھروں سے باہر تھے۔

20 فروری قندوز ضلع قلعہ زال کے گاؤں صافی کوٹ میں ڈرون طیارے کی بمباری سے 2 افراد اس وقت شہید ہوئے جب وہ کھیت میں کام کر رہے تھے۔

21 فروری صوبہ لغمان ضلع گل آرام میں ناٹو کی بمباری سے 10 افراد شہید ہو گئے۔

25 فروری کو ننگرہار ضلع حصارک کے مضافات میں ہونے والی بمباری میں 4 افراد شہید ہو گئے۔

9 مارچ کو ننگرہار ضلع سپین غر کے علاقے شنڈل کے بازار میں ہونے والی بمباری کی وجہ سے ایک فرد شہید اور 19 افراد زخمی ہو گئے۔

28 مارچ کو لوگر ضلع برکی برک کے علاقے سجاوند میں بمباری اور سٹیٹ فائر میں 20 افراد شہید ہو گئے، عینی شاہدین کے مطابق طالبان سے شدید جنگ کے بعد جب انہیں شدید جانی نقصانات پہنچے تو انہوں نے وسیع علاقے پر اندھا دھند بمباری شروع کر دی۔ بمباری کے بعد کھیتوں اور زمینوں میں لوگوں کی لاشیں ایسے حال میں ملیں کہ ان کے کان، ناک اور پیٹ کٹے پھٹے تھے۔

29 مارچ کو بدخشان ضلع وردوج کے علاقے یخشیرہ میں عام لوگوں کی رہائش گاہوں پر بمباری کی گئی جس میں 7 افراد شہید ہو گئے۔

5 اپریل کو کنڑ ضلع شیگل کے علاقے سلطان دری میں بمباری اور فائرنگ میں خواتین، بچوں اور بوڑھوں سمیت 22 افراد شہید ہو گئے۔

14 اپریل کو میدان وردگ ضلع چک کے مختلف علاقوں میں بمباری سے ایک طالب علم سمیت 3 افراد شہید اور 3 زخمی ہو گئے۔

4 مئی کو ہلمند ضلع ناد علی میں شنی جامع بازار میں بمباری ہوئی جس میں 3 افراد شہید اور 10 افراد زخمی ہو گئے۔

9 مئی کو فاریاب ضلع قیصار کے علاقے تحتکتو میں ایک بچہ اور ایک خاتون شہید ہو گئے۔

29 مئی بدخشان گاؤں غنیو میں بھاری اسلحے کی فائرنگ سے 1 خاتون اور 2 مرد شہید اور معمر افراد کے بشمول 7 افراد زخمی ہو گئے۔

29 ہی کو کاپیسا ضلع الہ سائی میں ہونے والی بمباری میں 5 افراد شہید اور 14 زخمی ہو گئے۔

9 جون کو بدخشان ضلع وردوج کے علاقے تخان میں ہونے والی بمباری میں 2 بچے شہید ہو گئے۔

12 جون کو بمباری کی وجہ سے میدان وردگ ضلع سید آباد کے علاقے پٹھان خیلو میں 4 افراد شہید اور کالج کے ایک طالب زخمی ہو گیا۔

29 اگست کو صوبہ پکتیا ضلع عثمان خیل میں عام لوگوں کے گھروں پر ہونے والی بمباری سے 3 افراد شہید ہو گئے۔

10 ستمبر کو کاپیسا ضلع نجراب کے علاقے غین درہ میں رہائشی علاقوں پر ہونے والی بمباری میں ایک بوڑھا شخص اور 4 دیگر عام افراد زخمی ہو گئے۔

20 نومبر نورستان ضلع وانت وایگل کے گاؤں دیگل میں جنازے کی نماز کے لیے جمع ہونے والے لوگوں پر بمباری کی گئی جس میں 6 افراد شہید ہو گئے۔

23 نومبر کو ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے قیقوم میں ایک مسجد پر بمباری کی گئی جس میں 7 افراد شہید ہو گئے۔

10 دسمبر کو کاپیسا ضلع الہ سائی کے گاؤں صاد قانو میں ہونے والی بمباری 8 عام افراد شہید ہو گئے ہیں جن میں مالک مکان "نقشبندی" اور تین خواتین بھی شامل ہیں۔ جبکہ تین خواتین سمیت ایک بچہ زخمی ہو گیا۔

15 دسمبر ننگرہار ضلع لالپوری کے علاقے میں دریائے کابل کے درمیان میں ڈرون طیارے نے ایک چھوٹی سی کشتی پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں 5 عام افراد شہید ہو گئے۔ زخمی کی تعداد معلوم نہ ہو سکی۔

15 دسمبر کو لوگر ضلع برکی برک کے علاقے احمد شاہ کلا میں خارجی فوجیوں نے مارٹر کے گولے برسائے۔ اس فضائی حملے میں ایک گولی لوگوں کے عام رہائشی مقامات پر لگی جس میں 2 افراد شہید اور 7 زخمی ہو گئے۔

ماخذ: بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامی اژانس، پژواک، لر او بر، نن ٹکی آسیا اور بینوا ویب سائٹس ☆☆☆

بقیہ از: شیطاں کو بے آل کرو

اسلامی حکومت لوگوں کی چاہتوں کے مطابق اسلام کو نہ ڈھالے بلکہ لوگوں کی ایسی تربیت کا سامان کرے کہ وہ اُس طرح سے چاہیں جس طرح اسلام چاہتا ہے۔ ایسے تعلیمی ادارے بنائے جہاں اصل مقصد یہ ہو کہ رب کو راضی کیسے کرنا ہے؟! اس کے دین کو کیسے پھیلانا ہے؟! علوم نبوت کے ذریعے سے معاشرے کی سیرابی کیسے کرنی ہے؟! دنیا سے شر و فساد کو ختم کیسے کرنا ہے؟! رضا و خوشنودی کی اِسی تگ و دو میں اُن جہات پر غور کیا جائے جو رب کے بندوں کی خدمت کے ذریعے رب سے مزید قریب کرنے والے ہیں پھر ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جتنی ضرورت ہے اس کے بقدر افراد ان اسباب کو پورا کرنے کے لیے متعین کر دیے جائیں نا یہ کہ مروجہ نظام کی طرح "معیارِ زندگی کی بلندی" کی دوڑ کے لیے بولنے کے قابل ہونے والے بچے کو ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ بننے کے مقاصد سکھائے جائیں۔

امارت اسلامی افغانستان کی قیادت نہ تو سمجھ بوجھ سے عاری ہے اور نہ ہی زمانے کی ضروریات (جو واقعتاً ضروریات ہیں) کے بارے میں لاعلم ہے۔ جسم اور روح کے تعلق کو نہ صرف قایم رکھنے بلکہ اِسے مضبوط اور صحت مند رکھنے کے لیے جن اسباب و وسایل کی ضرورت ہے اُسے پورا کرنے کی مقدور بھر کوشش کی فرضیت سے بھی واقف ہے۔ ہاں مگر اِس سارے میں "الا لیعبدون" "صرف یہ کہ وہ میری ہی عبادت کریں" کی مقصدیت کی اوّلیت کو وہ اپنی جانوں سے بھی اولیٰ سمجھتے ہیں!!! اور اِس مقصدیت کو فوت ہونے سے بچانے کے لیے وہ اپنی جان و مال، اپنے اہل و عیال اور وسایل و اقتدار سب کچھ تج دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں!!!

امارتِ اسلامی افغانستان، تاریخ کے پہیے کو اُس حد تک واپس گھمانا چاہتی ہے کہ چشم فلک، پشتِ زمیں پر ایک بار پھر سے خیر القرون کی معاشرت کا نظارہ کرلے!!! اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے امارت اسلامی کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہیں ہے!!! اور مثل مشہور ہے کہ "کتوں کے بھونکنے سے قافلے رکا نہیں کرتے"!!!

بقول شاعر۔۔۔۔۔ بچے بھیجو مدرسے

شیطاں کو بے آل کرو

ملا عمر' اب مطلوب دہشت گرد کیوں نہیں؟!

محمد عادل

امارتِ اسلامی افغانستان کے وسائل گو بہت محدود ہیں مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کی تائید و نصرت کی بدولت وہ عسکری اور فکری' ہر دو محاذوں پر باطل پرست قوتوں کے خلاف دین حق کی سربلندی کے لیے ہمہ وقت مصروفِ عمل ہے۔عالمی میڈیا' امارتِ اسلامی کے مجاہدین کے خلاف مسلسل غلط' بے بنیاد اور لغو پروپیگنڈا کرنے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مروجہ رسمی صحافتی اخلاقیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مکمل طور پر غیر اہم باتیں بھی بدنیتی کے ساتھ شائع کرتا رہتا ہے۔ یہ اشارہ سر دست ہمسایہ ملک پاکستان کے ایک قومی انگریزی اخبار The News میں عامر میر نامی کسی "تحقیقی صحافی" کی شائع شدہ رپورٹ "Why Mullah Omar is no more a wanted terrorist?" کے بارے میں ہے۔

عامر میر نے اپنی" منطقی تحقیق" کے گھوڑے کو ڈلکی چال سے پہلے ہی ایسا سرپٹ دوڑایا ہے کہ وہ راستہ ہی بھول گیا ہے۔[اس رپورٹ کی وجہ سے کئی اداروں کی باریک بینی پر بھی سوال اٹھتا ہے کہ عین اُن کی ناک کے نیچے ' صحافت کے نام پر کیا کھیل کھیلا جارہا ہے جملہ ملاحظہ کیجیے:

Omar lives in Pakistan, as do many of "\ his commanders\", he said. The covert US raid that led to Osama\'s killing did cause speculations that Mullah Omar will be the next target of the American commandos. But these rumours are set to die down with the removal of his name from FBI\'s .list of most wanted terrorists

"جان ایلن نے کہا "عمر اور اُس کے کئی کمانڈر پاکستان میں رہتے ہیں۔" اُسامہ کو شہید کرنے کے لیے کیا جانے والا خفیہ امریکی آپریشن ایسی افواہوں کا باعث بنا تھا کہ ملا عمر امریکی کمانڈوز کا اگلا ہدف ہو سکتا ہے لیکن یہ تمام افواہیں' ایف۔بی۔آئی کی مطلوب ترین دہشت گردوں کی فہرست میں سے ملا عمر کے نام کے نکال دینے کی وجہ سے دم توڑ گئی ہیں۔"

امریکی اور ناٹو افواج کے کمانڈر' جان ایلن' کے اِس بیان اور اس سے پہلے اپنی اِس رپورٹ کے اکثریتی حصے میں صرف یہ راگ الاپنا کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نصرہُ اللہ' پاکستانی شہروں میں پناہ گزین ہیں یا رہے ہیں کا کیا مقصد ہے؟ کہ تیرہ پیراگراف پر مشتمل رپورٹ کے چھٹے پیرے سے لے کر آخر تک ملا عمر کے پاکستان میں قیام کے سازشی نظریے ہی پر سارا زورِ قلم صرف کیا ہے۔دوسری اِس متعصب صحافی کا مذکورہ رپورٹ سے کیا مقصد تھا؟! اگر تو عنوان میں اُس نے سوال قائم کیا تھا تو پھر ذیلی تحریر میں اُس کا جواب دینا چاہیے تھا' وہ چاہے جیسا کیسا بھی ہوتا لیکن اُسے بہر حال قائم کیے گئے سوال کا جواب تو کہا جاسکتا۔تو کیا پھر اس سوالیہ لفظ "Why" کو اس صحافی اور اس ادارے کا دکھ سمجھا جائے کہ" ملا عمر کا نام امریکہ نے مطلوب دہشت گردوں کی فہرست سے خارج کیوں کر دیا ہے۔" اِسی طرح آگے جا کر اُس نے ابلاغ کے کفری ادارے CNN کی کسی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا On September 9, 2006, CNN ran an exclusive report on the whereabouts of Mullah Omar, stating the one-eyed Taliban leader "is living in Pakistan" یہاں امیر المؤمنین کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے "the one-eyed Taliban leader" کے الفاظ سے گریز بھی کیا جاسکتا تھا مگر مجاہدین کی نسبتوں اور اُن کے استعمال کردہ الفاظ واصطلاحات کو اپنے تذکروں میں حذف اور کبھی واوین ("") میں

لکھنے والے صحافی نے اپنے بغض کا پورا اظہار کرتے ہوئے اسی طرح لکھا۔
اگر تو یہ صحافی سوال قائم کرنے کے بعد درج ذیل تاثر ایسے نکات بیان کر کے سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتا تو تب ہم اِس کی رپورٹ کو ایک غیر جانبدار اور محقق صحافی کی دیانت دارانہ تحقیق کہہ سکتے تھے " The State Department official also refuted the impression that the exclusion of Mullah Omar\'s name from the FBI\'s list could be motivated by the Obama administration\'s possible desire to strike a deal with the Afghan Taliban on the heels of the withdrawal of the US-led international forces from Afghanistan." "امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے اہلکاروں نے اس تاثر کی بھی نفی کی کہ ایف۔بی۔آئی کی فہرست سے ملا عمر کے نام کا نکالا جانا اوبامہ انتظامیہ کی افغان طالبان کے ساتھ کسی معاہدے کی ممکنہ صورت کو کامیاب بنانے کے لیے بھی ہو سکتا ہے تاکہ امریکی سرکردگی میں لڑنے والی عالمی افواج کے انخلا کو ممکن بنایا جاسکے۔" مگر اِس صحافی کی کاوش پیشہ ورانہ مہارت اور پختگی سے بھی عاری نظر آئی یا دانستہ ایسا کیا گیا۔
اب ہم آتے ہیں اِس طرف کہ ملا عمر اب دہشت گرد کیوں نہیں؟! پہلی بات تو یہ کہ ملامت کرنے والے جتنی مرضی ملامت کریں اور جو چاہے دشنام دے لیں اللہ کے اِس ولی کامل کو صرف اپنے رب کی رضا چاہیے ہے۔اِس منزل کے حصول کی تگ ودو میں کوئی اُنھیں دہشت گرد کہے یا مہذب اُنھیں اِس سے کوئی سروکار نہیں۔
نبی سہرباں ﷺ کو بھی تو اپنی دعوت کے چھوڑ دینے پر کیا کچھ "انعامات" دینے کی پیش کشیں کی گئی تھیں؟! مکہ کی سرداری، کسی بھی قریشی خاندان کی عورت سے شادی وغیرہ وغیرہ اور بعد از ہجرت تو اہل باطل اِس سمجھوتے پر بھی آگئے تھے کہ آپ بس ہمارے معبودوں کا ابطال چھوڑ دیں تو ہم آپ سے جھگڑا ختم کرلیں گے۔ مگر؟! عزم نبوی ﷺ اپنی بات سے سر مو پیچھے نہ ہوا کیوں کہ "لیظہرہ علی الدین کلہ" کا فریضہ تو اُنھیں پورا کرنا تھا۔اُنھی کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے غلام، درویش قندھار کو بھی تو اہل باطل نے کیا کچھ دینے کا نہیں کہا تھا؟! بدھا کے بت مت گراؤ ہم افغانستان میں دولت کی ریل پیل کر دیں گے!!! پھر کہا اُسامہ کو ہمارے حوالے کر دو ہم تمھیں "مہذب دنیا" کا رکن بھی مانیں گے اور ہماری تمھاری لڑائی بھی ختم ہو جائے گی! ارضِ افغاناں کے دشت و جبل میں کئی برس اپنی ٹیکنالوجی کی درگت بنوا کر کہا کہ اچھا یہی کہہ دو کہ ہمارا القاعدہ سے کوئی تعلق نہیں! لیکن اللہ کے اِس ولی کامل نے ایسی ہر پیش کش کو جوتے کی نوک پر رکھا! اور اب تو وہ اس نکتے پر آ گئے ہیں کہ بس ہمارے دیے گئے افغانی کفری آئین کو مان لو اور جمہوریت کے ذریعے بے شک اپنی حکومت قائم کرلو تو ہمارا تمہارا جھگڑا ختم ہو جائے گا! لیکن سچا عاشق رسول، ملا عمر اپنی بات سے سر مو پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہے! پس یہ لسٹوں سے نام نکالنا یا کوئی اور ایسا کام جس سے وہ اپنا کریمانہ اور صلح جوانہ تاثر قائم کر سکیں اِسی مقصد کے لیے ہے کہ کسی طرح عزت بچ جائے۔
لہٰذا ملا عمر نے کسی سے کوئی درخواست نہیں کی اور نہ ہی اُس نے کسی کے سامنے کوئی صفائی پیش کر کے مطالبہ کیا ہے کہ میرا نام مطلوبہ افراد کی فہرست سے نکال دو! یہ مردِ درویش صرف الٰہی پیمانے پر رکھ کر سوچتا ہے کہ کون اس کا دوست ہے اور کون اس کا دشمن!!! ملا عمر اگر آج امریکیوں کو انفرادی ملاقات (One on One) کا شرف بخش دیں تو یہ اوبامہ اپنی "سپر پاورانہ" عزت کو بچانے کی خاطر اُن سے ہاتھ جوڑ کر بھی معافی مانگنے پر تیار ہو جائے تو لسٹوں سے نام نکالنا تو چھوٹی سی بات ہے!
دشمنانِ اسلام، امیر المؤمنین نصرہ اللہ، کو کسی سی۔آئی۔اے یا ایف۔بی۔آئی کی لسٹ میں شامل کرتے ہیں یا کسی ریوارڈ فار جسٹس نامی لسٹ میں، ملا عمر کے مقام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔وہ کل بھی حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے لشکریوں میں سے ایک لشکری تھا اور آج بھی ہے اور آخری دم تک رہے گا۔ ان شاء اللہ۔امریکی اور یورپی لسٹوں کے ذریعے اہمیت ناپنے کے پیمانے تم جیسے غلامانہ اور مرعوب ذہنیتوں کے ہیں۔

❖ ❖ ❖

انتخابات سے قبل کابل پر طالبان کی حکمرانی

تحریر: سیف العادل احرار

محض چند دن رہ گئے، صدارتی مگر نمائشی انتخابات ہو رہے ہیں، تیاریاں عروج پر پہنچ چکی ہیں، لیکن مبصرین کا یہ خیال ہے کہ الیکشن نہیں سلیکشن ثابت ہوگا، کیونکہ جس شخص کو منتخب کیا جارہا ہے اس کا انتخاب بہت پہلے واشنگٹن میں ہو چکا ہے، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ تیسرے صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں اس سے قبل گزشتہ دو صدارتی انتخابات میں بھی عوام کی رائے کا کوئی عمل دخل نہیں تھا، آزاد جمہوری ملکوں میں صاف وشفاف انتخابات ممکن نہیں تو یہاں قابض افواج کے زیر سایہ صاف وشفاف انتخابات کا انعقاد محض ایک دیوانے کا خواب ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، اس کا ایک واضح ثبوت عوام کی عدم دلچسپی بھی ہے۔

اس دعوے کی حقیقت کیا ہے کہ انتخابات پر امن ہو رہے ہیں، طالبان نے کابل میں انتخابی مرکز پر قبضہ کر کے اس کو نذر آتش کر دیا، صدارتی امیدوار اشرف غنی کے گھر تک پہنچ گئے، اگر ملک میں مثالی امن قائم ہے، تو پھر طالبان کیسے بغیر کسی مزاحمت کے صدارتی محل میں گھس جاتے ہیں، اگر افغان فورسز میں صلاحیت ہے تو پھر طالبان کس طرح سرینا ہوٹل میں غیر ملکیوں کو بآسانی نشانہ بنا سکتے ہیں، کابل میں غیر ملکیوں کے گیسٹ ہاوس [چرچ] میں داخل ہو کر کئی گھنٹوں تک مقابلہ کرنا امریکیوں، اتحادیوں اور افغان فورسز کی نااہلی کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ جدید اسلحہ اور ٹیکنالوجی کی حامل لاکھوں افغان اور غیر ملکی افواج کی موجودگی میں طالبان کابل میں رہتے ہیں، منصوبے بنا رہے ہیں، اہم سرکاری اور غیر ملکی تنصیبات کو نشانہ بنا رہے ہیں، سی آئی اے کے مرکز پر حملہ ہوتا ہے، صدارتی محل میں گھس جاتے ہیں، مہمان خانہ محفوظ نہیں، سرینا ہوٹل میں درجنوں اہم غیر ملکی شخصیات کو نشانہ بنا کر ہلاک کیا جاسکتا ہے، صدارتی امیدوار اشرف غنی کے گھر پر حملہ کیا جاسکتا ہے، ڈاکٹر عبداللہ کی انتخابی مہم پر حملہ کر کے متعدد افراد کو ہلاک کیا جاسکتا ہے، کابل کے وسط میں انتخابات کے مرکزی دفتر کو نذر آتش کر کے تمام انتخابی مواد کو جلایا جاتا ہے پھر بھی یہ دعوے کئے جارہے ہیں کہ پر امن انتخابات ہو رہے ہیں، یہ وفاقی دار الحکومت کابل کی صورتحال ہے کہ جہاں انتخابات سے قبل طالبان کی حکمرانی اور راج قائم ہو چکا ہے تو دیگر صوبوں اور دیہاتی علاقوں میں تو طالبان کی حکمرانی بہت پہلے قائم ہو چکی تھی، وہاں انتخابات کا نمائشی ڈرامہ کس طرح ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ صرف نمائشی انتخابات کے نام پر ایک ڈرامہ رچایا جارہا ہے، حقیقت یہ ہے جس کا انتخاب واشنگٹن میں ہو چکا ہے اس کا باقاعدہ رسمی اعلان باقی ہے جو ڈرامائی انتخابات کے بعد کیا جائے گا۔ کابل پر طالبان کی حکمرانی کی مثال پیش کی جارہی ہے کہ کس طرح انتخابات سے قبل طالبان کابل پر اپنا تسلط جما کر افغانوں کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ ذیل میں اہم فدائی حملوں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

کابل میں فدائی کارروائی، 45 سیکیورٹی اہلکار اور الیکشن کمیشن کے ارکان ہلاک

25/مارچ کو دوپہر گیارہ بجے وفاقی دار الحکومت کابل شہر کے وسط دار الامان کے علاقے میں واقع الیکشن کمیشن کے دفتر پر امارت اسلامیہ کے تین فدائین نے حملہ کیا۔ سب سے پہلے فدائی مجاہد عبدالرازق قیس باشندہ صوبہ قندہار نے بارودی واسکٹ کے ذریعے فدائی حملہ کیا جس کے نتیجے میں مرکزی گیٹ پر مامور سیکورٹی اہلکار ہلاک ہوئے اور اس کے ساتھ حائل تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں اور دو فدائی مجاہدین مرکز کے اندر داخل ہوگئے۔ دو جان نثار فدائین ملا عبدالمجید شبیر باشندہ صوبہ زابل اور ملا محب اللہ وقار صوبہ قندہار کے رہائشی جنہوں نے بارودی جیکٹ زیب تن کیے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ہلکے اور بھاری ہتھیاروں اور دستی بموں سے لیس تھے، نے الیکشن کمیشن کے دفتر میں داخل ہو کر وہاں کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف کارروائی شروع کردی۔ فدائی مجاہد ملا محب اللہ وقار نے مرکز کی دوسری منزل میں ڈائریکٹر کے آفس پہنچ کر وہاں اعلی عہدیداروں پر بارودی جیکٹ کے ذریعے فدائی حملہ کیا۔ اس کے بعد ملا عبدالمجید شبیر نے دفتر میں داخل ہو کر وہاں موجود افراد کو نشانہ بنایا، اور ساتھ ہی جدید اسلحے سے لیس سیکیورٹی اہلکاروں کیساتھ اللہ تعالی کی نصرت سے 6 گھنٹے تک تن تنہا مقابلہ کیا اور اس دوران دشمن کے متعدد بڑے حملے بھی پسپا کرکے لڑائی جاری رکھی جس کے نتیجے میں متعدد اہلکار مارے گئے۔ دوپہر گیارہ بجے سے شروع ہونے والی لڑائی شام پانچ بجے تک جاری رہی، جس کے نتیجے میں نام نہاد الیکشن کمیشن کے 24 کارکن اور 21 سیکیورٹی اہلکار ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔

کنڑ میں کامیاب کارروائی، کمانڈر سمیت 28 اہلکار ہلاک:

نیز اسی روز 25 مارچ کو دوپہر گیارہ بجے صوبہ کنڑ کے صدر مقام اسعد آباد شہر کے مضافات میں واقع نیو کابل بینک پر امارت اسلامیہ کے فدائین نے اس وقت حملہ کیا جب کابل انتظامیہ کے فوجی و پولیس اہلکار اور شر پسند جنگجوؤں تنخواہ وصول کر رہے تھے۔ حملے کے دوران بینک کے دروازے پر درجنوں فوجی و پولیس اہلکار اور مقامی جنگجوؤں لائن میں کھڑے تھے اس دوران مجاہد فدائی شہید عبدالرحمن تقبلہ اللہ نے بارودی واسکٹ کے ذریعے ان پر فدائی حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں دروازے پر مامور سیکورٹی اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے۔ بعد میں دوسرے جانثار فدائی عمران تقبلہ اللہ نے بینک کی دوسری منزل پر چڑھ کر پولیس اہلکاروں اور کٹھ پتلی فوجیوں پر حملہ شروع کر دیا دو گھنٹے تک فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ عینی شاہدین کے مطابق 28 لاشیں اٹھاتے ہوئے انہوں نے خود دیکھا جبکہ بینک کے اندر کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی اس لئے اندر کی ہلاکتوں کی تعداد معلوم نہ ہو سکی، اس کامیاب کارروائی میں ضلع مرہ ورہ کے سابق پولیس چیف کمانڈر شوکت سمیت 28 اہلکار مارے گئے۔

کابل میں غیر ملکی گیسٹ ہاوس اور چرچ پر فدائی حملہ:

28/مارچ کو ایک بار پھر کابل شہر کے حلقہ 6 میں ایک غیر ملکی مہمان خانہ جو چرچ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور افغانوں کو مسیحی بنانے کے لئے قابض فوجیوں کی سرگرمیوں کا مرکز ہے، کو نشانہ بنایا گیا۔ حملہ ایک فدائی مجاہد [محمد زمان باشندہ صوبہ پکتیا] نے بارود بھری گاڑی کے ذریعے کیا جس کے بعد ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے لیس تین فدائی مجاہدین [ذبیح اللہ صوبہ میدان وردگ، محمد اسماعیل صوبہ لوگر اور عبیداللہ صوبہ قندوز کے رہائشی ہیں] اسی عمارت میں داخل ہوگئے اور وہاں موجود غیر ملکیوں سمیت مرتد افغان اہلکاروں پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی، سہ پہر تین بجے شروع ہونے والی لڑائی رات نو بجے تک جاری رہی، شروع میں مجاہدین نے چرچ کے اندر امریکی اور مرتد افغانوں کو ہلاک کیا اور اس کے بعد چرچ کے باہر کرزئی انتظامیہ کے اہلکاروں سے مقابلہ شروع ہوا جس میں متعدد افغان اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے، واضح رہے کہ حملے سے قبل اہم مغربی شخصیات یہاں آئیں جن میں سے اکثر ہلاک ہوگئے جبکہ چند ایک فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، لیکن کابل حکومت نے بڑی ڈھٹائی سے دعوہ کیا کہ یہ چرچ نہیں بلکہ این جی او کا دفتر تھا، یہ ہر افغان کو معلوم ہے کہ امریکی یلغار کے بعد اس مہمان خانے کو چرچ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ہزاروں افغانوں کو مرتد بنایا جا چکا ہے، اور ایک بڑی رقم ان پر خرچ کی جا رہی ہے، حسب سابق دشمن نے اس بار بھی کم ہلاکتوں کا دعوہ کیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پانچ گھنٹے تک لڑائی شدت سے جاری ہو جس میں ہلکے اور بھاری ہتھیاروں کا آزادانہ استعمال ہو رہا ہو پھر بھی دو افراد محض معمولی زخمی ہو، یہ کوئی عقل سلیم تسلیم کر سکتا ہے؟ اس حملے میں درجنوں غیر ملکی سمیت مرتد افغان ہلاک ہوئے۔

کابل میں انتخابی مرکز پر پھر حملہ:

29/مارچ کو امارت اسلامیہ کے تین فدائی مجاہدین جن کی کمان صوبہ زابل کے ملا محمد قاسم کے ہاتھ میں تھی جبکہ ان کے ساتھ قندہار کے دو فدائی مجاہدین [حافظ قدرت اللہ اور محمد اقبال] نے دوپہر بارہ بجے کابل میں انتخابات کے مرکزی دفتر پر حملہ کر دیا، مجاہدین راکٹ لانچر، آتشی اسلحہ، مشین گنوں، کلاشنکوفوں اور دستی بموں سے لیس تھے، بنائے گئے منصوبے کے تحت پہلے مجاہدین نے گل آغا شیر زئی کی تین منزلہ عمارت پر قبضہ کرنے کے لئے دروازے کو نشانہ بنا کر تباہ کیا اور وہاں کھڑے دو اہلکاروں کو ہلاک کر دیا اور پھر اسی عمارت پر قبضہ کیا جہاں سے سو کلو میٹر فاصلے پر واقع انتخابات کے مرکزی دفتر میں موجود افغان اور نیپال کے فوجیوں، کمیشن کی گاڑیوں، کمیشن کے سربراہ، کمشنروں، غیر ملکی مشاورین کے دفتروں، کمیشن کے دفتر اطلاعات اور انتخابات کے ارکان کو ہدف بنایا، انتخابات کے مرکزی دفتر سے آگ کے شعلے اور سیاہ بادل اٹھ رہے تھے جس کا نظارہ پورے کابل میں کیا گیا، لڑائی چھ گھنٹے تک جاری رہی جس میں انتخابات سے متعلق تمام سامان جل کر راکھ ہو گیا، عمارت مکمل طور پر تباہ ہوئی، کمیشن کی گاڑیاں تباہ ہوگئیں، جبکہ انتخابات کے عملے کے ارکان کے علاوہ درجنوں افغان اور غیر ملکی اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ دشمن نے کوشش کی کہ حسب سابق نقصان کو کم اور مجاہدین کی تعداد کو زیادہ ظاہر کرے، لیکن ہمیشہ کی طرح اس بار بھی دشمن اپنی کوشش میں ناکام رہا، صرف تین مجاہدین نے دارالحکومت میں انتخابات کے مرکزی دفتر کو نشانہ بنا کر نہ صرف اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا بلکہ ملکی و غیر ملکی اہلکاروں کی ایک بڑی تعداد کو بھی موقع پر موت کے گھاٹ اتار کر یہ واضح پیغام دیا کہ افغان عوام کے لئے مغربی جمہوری نظام اور قابض افواج کے زیر سایہ ڈرامائی انداز میں جعلی انتخابات ہر گز قابل قبول نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ طالبان کمزور نہیں بلکہ ماضی کے مقابلے میں نہایت مضبوط، فعال اور تربیت یافتہ ہو چکے ہیں جو کابل میں پے در پے حملے کر رہے ہیں لیکن بے بس افغان اور قابض افواج ان کی روک تھام کرنے میں مسلسل ناکام ثابت ہو رہے ہیں اور الحمد اللہ آج تک دشمن طالبان کے کسی حملے کو قبل از وقت ناکام نہیں بنا سکا جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ طالبان مضبوط اور قابض افواج اور افغان فورسز بدترین ناکامی سے دوچار ہیں۔

محمد عادل

شیطان کو بے آل کرو

انسان کو حیوان سے ممتاز اور ممیز کرنے والی بہت ساری باتوں میں سے ایک انتہائی اہم بات یہ ہے کہ حیوان کی نسبت انسان اپنی زندگی گزارنے کے لیے ایک واضح مقصدیت رکھتا ہے۔ یہ مقصدیت ہی اُس کی پسند' ناپسند کے پیمانے مقرر اور نفع و نقصان کے مفاہیم متعین کرتی ہے۔ اِس مقصدیت کی تفہیم کا واحد ذریعہ تعلیم ہے۔ یہ تعلیم اگر خیر و بھلائی کے ابدی سرچشمے سے منسلک ہو تو انسان کو اُس کے خالق کے سامنے خودسپردگی کا جذبہ عطا کرتی ہے بصورتِ دیگر شیطنت کے محور کے گرد گھومنے والی تعلیم ربِ باری سے دوری اور سرکشی پر کمربستہ کرتی ہے۔

پس وہ تعلیم جو انسان کو اُس کے مقصد سے بے گانہ کردے' جس کی پیشہ وارانہ (Professional) مقصدیت کی ہر تان دوجمع دو پر آکر ٹوٹے' جو انسان کو صارفیت (Consurmerism) کے شکنجے میں جکڑ کر رشتوں ناطوں ہی سے کاٹ دے' جس کا مقصدِ وحید عجب و کبر (معیارِ زندگی کی بلندی) ہی کی دوڑ ہو وہ تعلیم بھلا کیسے اسلامی تعلیم ہو سکتی ہے؟!

عہدِ حاضر کے نام نہاد مسلم دانش ور' اُن کا تعلق دیارِ عرب سے ہو یا ممالکِ عجم سے' سب اِس بات پر متفق ہیں کہ امتِ مسلمہ کی پستی کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ مغرب کی طرح تعلیم اِس کا مقصد نہیں رہا۔ اپنے مختلف تجزیوں میں یہ حضرات کئی طرح کے اعداد و شمار فراہم کر کے اپنی باتوں کو درست ثابت کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔ اِنھی تجزیات میں سے ایک تجزیہ یہ بھی ہے کہ عالمِ اسلام میں جدید تعلیم کی کل پانچ سو یونی ورسٹیز ہیں جب کہ صرف ایک امریکہ کے اندر پانچ سو سے زاید ایسے ادارے موجود ہیں۔

دورِ جدید کے مسلم دانش ور' جس تعلیم اور جس مقصدِ تعلیم کو اسلامی معاشرے کی فلاح اور ترقی کا واحد ضامن خیال کرتے ہیں اور دوسروں سے اسی خیال کو اپنا لینے کا تقاضا کرنے میں انتہاء پسندانہ رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں' وہ قطعی طور پر اِس مسلمان کی فلاح کا ضامن نہیں ہے جس کے پیشِ نظر خیر القرون کی معاشرت اور اُسی مبارک عہد کا تصورِ فلاح ہو۔ اِن حضرات کے تجزیات بالکل باطل ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں کے تعلیمی اداروں سے بوعلی ابنِ سینا' جابر بن حیان' ابن الہیثم' بیرونی اور خوارزمی جیسے سائنسدان (یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ ان حضرات نے کبھی بھی اپنے آپ کو سائنسدان کے لقب سے ملقب نہیں کیا بلکہ جب اہلِ مغرب نے اِن حضرات کو سائنسدان کہا تو ہمارے یہاں بھی ان کے لیے سائنسدان کا لفظ بولا جانے لگا۔) پیدا نہیں ہوں گے تب تک مسلمان ترقی کی راہ پر پھر سے گامزن نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مسلمانوں کو زوال و پستی سے نکالنے کے لیے آج سب سے ضروری کام یہی ہے کہ مسلم ممالک میں ایسے ادارے قایم کیے جائیں جہاں سے ان جیسے نابغہ روزگار افراد تیار کیے جا سکیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن و سنت کی مطلوب "مسلم شخصیت" کا صحیح فہم رکھتا ہے اور تاریخ کے اُس دور کو بھی جانتا ہے جب یہ مسلم شخصیات عملاً معاشرے کے ہر مطلوبہ مقام پر موجود ہوتی تھیں' وہ کبھی بھی ایسے کسی تجزیئے کو درست قرار نہیں دے سکتا۔ مسلمانوں کی آج کی محرومی مادّی امور میں ناکامی نہیں ہے بلکہ اصل محرومی کردار (Character) کی محرومی ہے۔ آج کی پسماندگی کی وجہ اُن کرداروں کا نہ ہونا ہے جو اللہ کے بھروسے پر قسم اُٹھا لیتے تھے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ اُن کی قسم پوری کر دیتے تھے۔

اب ہم مختصراً ایک تاریخی جائزہ لیتے ہیں۔ روم و یونان کے علوم' جنابِ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد میں موجود تھے لیکن "صفہ" کی درس گاہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مادّے سے شروع ہو کر مادّے ہی پر ختم ہونے والے ویسے کسی "منہجِ علم" سے متعلق کسی نصاب یا مقصدِ تعلیم کی کوئی ادنیٰ اور ابتدائی تعلیم بھی نہیں دی۔ پھر وقتِ رحلت تو مسلمانوں کے لیے ہر غم کے مرہم اور ہر مشکل سے نکلنے کے حل کی حیثیت رکھنے والی کتاب کو بھی دو گتوں کے اندر مدوّن کر کے نہیں دے کر گئے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد جنابِ صدیق اکبرؓ کا زمانہ ہے اُس کا بھی مطالعہ کر لیں' جو بھی درس گاہ ہے وہ صفہ اور مسجدِ نبوی ﷺ کے باقی حلقہ ہائے درس و تدریس کے اصولوں ہی

کے اندر رہے۔ قیصر و کسریٰ کی بادشاہتوں کے مروّجہ علوم و فنون کی کوئی پیوند کاری علومِ نبوت میں نہیں کی گئی۔ اِس کے بعد دین و عقل میں کامل ہونے کا اعزاز پانے والے سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کا دور ہے' قیصر و کسریٰ کا سارا کر و فر آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو چکا ہے لیکن آپ کے پاس علوم فنون کے سلسلے میں کیا تھا؟! وہی جسے آپ کے پیش رو نے کافی سمجھا تھا!!! صرف قرآن عظیم الشان!!! پھر سارا خیر القرون چھان ماریں' اللہ کی کتاب اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی حدیث و سنت کے علاوہ فلاح' کام یابی اور ''ترقی'' کا ضامن کسی دوسری چیز کو ہرگز نہ سمجھا گیا!!! جب کہ اُدھر دوسرے منظر میں کیا ہوا؟! اندلس۔۔۔ بغداد۔۔۔ قرطبہ۔۔۔ اشبیلیہ۔۔۔ غرناطہ۔۔۔ سب علوم و فنون کی ترقی میں دنیا کے امام!!! تعمیر و ترقی میں استعارے!!! لیکن جب دشمن نے چڑھائی کی تو یہ داد و دہش والے سارے شہر اُس کے سامنے ریت کی دیواریں ہی ثابت ہوئے نا!!! کیوں؟! وجہ صرف ایک! کہ خیر القرون کا نصابِ تعلیم و تربیت اور مقصدِ تعلیم اب ترجیح نہیں رہا تھا!!! اب درس گاہیں بو علی سینا اور جابر بن حیان پیدا کرنے کی سعی میں مصروف رہتی تھیں!!! اب اینٹ پر سر رکھ کر سونے والا گدڑی پوش کردار' جس کے باطن میں وہ ولولے ہوں کے زلزلے سے ہلتی زمین بھی پر سکون ہو جائے' پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی تھی!!!

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ''انما کان قوام ھذا الدین: کتابا یھدی و سیفا ینصر'' ''اِس دین (اسلام) کا قوام صرف ہدایت دینے والی کتاب اور نصرت کرنے والی تلوار ہے۔'' شیخ اپنی آنکھوں کے سامنے کفر والوں کے ہاتھوں اُن رویوں کو پٹتا دیکھتے تھے جو دنیاوی ترقی اور مادّی وسایل کو بہتری اور کام یابی کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کے اجتماعی نظمِ حکومت کے کمزور ہونے کے بعد جب اسلامی معاشرے کی تعلیم کی ذمہ داری سے حکومت نے پہلو تہی شروع کر دی اور پھر رفتہ رفتہ امت کا یہ جسدِ واحد دشمنانِ اسلام نے کئی ٹکڑوں میں بانٹ دیا' تو اُس کے بعد بننے والی حکومتیں چوں کہ اُنھی طبقات کی نمایندہ تھیں جو مسلم معاشرے کے اسلامی نہج پر ڈھل جانے کو اپنی عیش پسند طبیعت کے لیے خطرہ سمجھتے تھے' لہٰذا اُنھوں نے مقصدِ تعلیم کو بدل ڈالنے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام اور اہلِ اسلام کی درد مندی کا احساس اہلِ اسلام کے اجتماعی ضمیر سے رخصت ہو گیا اور اُس کی دوڑ بھی معاشرتی ساکھ (Status) اور (White Collar Job) ہی کے مقصد تک محدود ہو کر رہ گئی۔ ہاں البتہ کہیں کہیں عرب قومیت یا حب الوطنی کے غیر اسلامی اسباق سکھا کر اپنی شناخت اور اس شناخت کی حفاظت کا کچھ سامان کرنے اور اس سب کے لیے کسی حد تک قربانی دینے پر آمادگی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی مگر اس کوشش کا محور بھی اشرافیہ (Elite Class) کے علاوہ باقی معاشرتی طبقات ہی تھے۔ اِن تقریباً نوے سالوں میں دنیا کے نقشے پر کئی اسلامی ممالک ابھرے اور انھوں نے تب سے لے کر اب تک مسلم نوجوان کے اندر صدیقی و فاروقی خصایل پیدا کرنے کی کوئی ادنیٰ سی کوشش بھی نہیں کی البتہ خوارزمی و ابن سینا بنانے کے لیے دن رات محنت ضرور کی ہے مگر المیہ یہ ہے کہ اس سارے عرصے میں وہ اس معاملے میں بھی سو فیصد ناکام رہے ہیں اور اِن کے پاس کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اہلِ مغرب کی سائنسی تحقیق پر تنقیدی نگاہ ڈال سکے۔ دوسری طرف اہلِ مغرب کی ہم سری کی اِس ساری بھاگ دوڑ میں مسلم ضمیر کو راکھ کا ایسا ڈھیر بنایا ہے کہ وہ چنگاری جو اقبالؒ کو نظر آتی تھی وہ بھی ناپید ہو چلی ہے۔

ہماری اِس ساری بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اِس عالمِ اسباب میں بالکل ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا چاہیے اور صرف طلبِ نصرت ہی پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ نہیں! بالکل نہیں!!! اعدوا کے حکم کو بجا لانے کی وسعت کے مطابق کوشش کی جائے۔ مسلم معاشرے کی راحت و سکون کا سامان کرنے کے لیے خیر القرون کی ترجیحات کو سامنے رکھ کر اُن کے مطابق لائحۂ عمل مرتب کیا جائے۔ جس گروہ کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ تمکین عطا کریں وہ زمانوں میں سے سب سے بہتر زمانے کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے لیے خیر اور شر کی تعیین کا پیمانہ وضع کرے' اسلامی حکومت معاشرے کی تربیت اِس انداز سے کرے کہ لوگوں کے غم وہی ہوں جو اس مبارک زمانے میں لوگوں کے غم تھے!!! اُنھی باتوں سے خوش ہوا جائے جن سے اُس عہد کے لوگ خوش ہوتے تھے!!! افرادِ معاشرہ کی تعلیم کا انتظام کرتے ہوئے اسی منہجِ علم اور اسی مقصدِ تعلیم کو سامنے رکھے جو حضراتِ صحابہ کرامؓ نے اپنایا تھا۔ وقت کی ضرورت کے تحت معاشرتی ضرورت کے مطابق اصحابِ فن حضرات کی تیاری بھی یقیناً اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن اِن افرادِ کار کے ذہنوں کو صارفیت (Consumerism) کی دیمک سے بچانا بھی اسلامی حکومت کی اُتنی ہی ذمہ داری ہے۔ صرف ایک مثال کہ ایسا مقصدِ تعلیم کہ ڈاکٹر' مریض کو مریض سمجھے' گاہک نہیں۔ اِس کی صرف ایک صورت ہے کہ دنیا کے مروّجہ تعلیمی نظام میں جوہری نوعیت کی تبدیلی کی جائے۔

اِس سب کو کرنے کے لیے مجالسِ دانش (Think Tanks) کی تیاری اور کھربوں ڈالر کے منصوبوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف مروجہ مقصدِ تعلیم کو بدلنے کی جراءت اور ہمت رکھنے والی قیادت کی ضرورت ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 32 پر ملاحظہ فرمائیں۔

افغانستان فروری 2014 میں

احمد فارسی

نوٹ: اس تحریر میں صرف ان واقعات اور نقصانات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ نقصانات کے صحیح اعداد و شمار الامارہ اور دیگر خبری ویب سائٹ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

2014 کے فروری کے مہینے میں دیگر مہینوں کی طرح اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے۔ اس مہینے میں فرار ہوتے دشمن اور کٹھ پتلی انتظامیہ پر سخت ہلاکت خیز حملے ہوئے جس کی تفصیل ذیل کے عنوان میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

خارجی جارحیت پسندوں کے نقصانات:

فروری 2014 میں خارجی جارحیت پسندوں نے صرف 10 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا جن میں سے 7 امریکی اور دیگر ناٹو کے افواج ہیں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گذشتہ سال 2013 فروری کے مہینے میں دشمن نے صرف 1 فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا تھا۔ یہ سب سے کم عدد تھا جس کا اعتراف دشمن نے کیا تھا۔ جبکہ فروری 2010 میں دشمننے 53 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا تھا۔ ان 10 فوجیوں کی ہلاکت کے ساتھ 2014 میں ہلاک ہونے والے فوجیوں کی کل تعداد 17 ہو گئی ہے۔ جبکہ جارحیت کے پورے دورانیے میں ہلاک ہونے والے غیر ملکی فوجیوں کی کل اعترافی تعداد 3462 تک پہنچ گئی ہے۔ ان میں سے 2315 امریکی اور دیگر 447 برطانوی اور ناٹو فوجی ہیں۔ ذیل میں ذکر کیے گئے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ دشمن کے نقصانات کی حقیقی تعداد ان اعداد و شمار سے کئی گنا زیادہ ہے۔

جارحیت پسند دشمن کے مالی نقصانات:

ایسا کوئی دن نہیں گذرتا جس میں مجاہدین کے مختلف النوع حملوں میں جارحیت پسند دشمن کے وسائل اور تنصیبات تباہ نہ ہوں۔ 10 فروری بروز پیر جارحیت پسندوں کا رسد فراہم کرنے والا ایک طیارہ میدان وردگ کے ضلع دایمیرد میں گر کر تباہ ہو گیا۔ دشمن نے اس واقعے کا اعتراف کیا مگر واقعے کی تفصیلات بتانے سے تاحال گریز ہی کیے رکھا۔

14 فروری بروز جمعرات خارجی جارحیت پسندوں کا ایک اور ہیلی کاپٹر قندہار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں مجاہدین کے حملے کا شکار ہو کر گر گیا۔ اس واقعے میں ہیلی کاپٹر میں سوار میں تمام فوجی ہلاک ہو گئے۔ دشمن نے حسب سابق اس واقعے کو حادثاتی لینڈنگ قرار دیا ہے اور تفصیلات بتانے سے گریز کیا ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ آپریشن:

گذشتہ فروری کے مہینے میں خالد بن ولید آپریشن پورے زور و شور سے جاری رہا۔ جس میں کئی اہم کامیابیاں حاصل کی گئیں۔

10 فروری بروز پیر دارالحکومت کابل کے علاقے "ارزاں قیمت" میں خارجی جارحیت پسند فوجیوں پر ایک ہلاکت خیز حملہ ہوا۔ جارحیت پسندوں کے اعتراف کے مطابق اس حملے میں دو امریکی انسٹرکٹر ہلاک ہو گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس شدید حملے میں ہلاک ہونے والے فوجیوں کی تعداد درجنوں میں ہے۔

21 فروری بروز جمعہ کابل ضلع سروبی کے پولیس ہیڈ کوارٹر پر ایک شدید حملہ ہوا۔ ہیڈ کوارٹر کی عمارت پر ہونے والے اس حملے میں پولیس اہلکار اور کارکن ہلاک ہو گئے

۔

خالد بن ولید آپریشن کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 23 فروری بروز اتوار کنڑ غازی آباد میں داخلی فوجیوں کے ایک مضبوط مرکز پر ہلاکت خیز حملہ کیا۔ اس حملے میں نیشنل آرمی کے 31 فوجی ہلاک و زخمی اور 8 دیگر فوجی زندہ گرفتار کیے گئے۔ اس کے علاوہ کئی اہم وسائل غنیمت میں ہاتھ آئے۔ مجاہدین کے اس گروپ حملے سے حوصلہ ہارے ہوئے دشمن کا حوصلہ اور بھی گر گیا۔ جس نے کٹھ پتلی دشمن کو ایک بار پھر اپنے بیرونی آقاؤں کے سامنے گڑگڑانے پر مجبور کر دیا کہ مزید ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے اقدامات کئے جائیں۔

دشمن کے ہتھیار ڈالنے کے واقعات:

فروری کے مہینے میں پولیس، اربکی اور نیشنل آرمی کے 206 اہلکاروں اور کارکن حقائق کے ادارک اور دعوت وارشاد کمیشن کی کوششوں سے مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ یہاں کچھ ایسے واقعات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے:

یکم فروری کو بلخ ضلع شورتیپی کے پولیس کا کرائم افسر اپنے 13 ساتھیوں سمیت مجاہدین سے مل گیا۔ اسی روز 4 کمانڈر اور 25 اربکی کا پیسا ضلع نکاب میں دشمن کی صفوں سے الگ ہو کر مجاہدین سے مل گئے۔

3 فروری کو سرپل ضلع شرم میں 34 اہلکاروں نے ظالم انتظامیہ سے الگ ہو کر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالدیے۔

13 فروری بروز جمعرات ننگرہار ضلع حصارک میں 16 افراد مجاہدین سے آملے۔ اس کے ایک روز بعد 25 فوجی فاریاب ضلع قیصار میں دشمن کی صف سے الگ ہو کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوئے۔ اسی طرح 15 فروری بروز ہفتہ ہرات ضلع گلران میں 19 افراد مجاہدین سے ملے۔ یاد رہے ہتھیار ڈالنے والے یہ افراد اپنے ساتھ اسلحہ اور دیگر جنگی سامان بھی لے کر آئے جنھیں مجاہدین کے حوالے کیا۔

عوامی نقصانات اور اقوام متحدہ کی جانب دارانہ رپورٹ:

عوامی نقصانات اور قتل عام کا سلسلہ گذشتہ فروری کے مہینے میں بھی جاری رہا۔ امارت اسلامیہ نے ہر وقت اس بات کی کوشش کی کہ عوامی نقصانات کی روک تھام کا کوئی راستہ نکالا جائے۔ اس سلسلے میں ایک خصوصی کمیشن بھی قائم کیا گیا ہے۔ مگر افسوس امارت اسلامیہ کی تمام کوششوں کے اور دستیاب شواہد اور ثبوتوں کے باوجود 8 فروری بروز ہفتہ اقوام متحدہ نے جارحیت پسندوں کی حمایت کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں عوامی نقصانات میں 14 فیصد اضافے کی خبر دی اور اکثر عوامی نقصانات کا ذمہ دار مجاہدین کو قرار دیا۔

امارت اسلامیہ ایک بار پھر مضبوط شواہد اور دلائل کی بنیاد پر اس رپورٹ اور لکھے گئے اعداد و شمار کو خلاف حقیقت اور اس رپورٹ کو بے بنیاد اور جانبدارانہ قرار دیتی ہے۔

اس اعلان کے چار روز بعد 12 فروری بروز بدھ کاپیسا ضلع تگاب میں جارحیت پسندوں اور نیشنل آرمی کی آپس کی جنگ میں 5 بے گناہ افراد شہید ہو گئے۔ دشمن نے صرف 2 کی شہادت کا اعتراف کیا۔ عینی شاہدین کے مطابق اس جنگ میں 4 جارحیت پسند اور نیشنل آرمی کے 5 فوجی ہلاک ہو گئے۔ اور 17 سے زیادہ عام افراد شہید اور 6 زخمی ہو گئے۔ گذشتہ سال بھی خارجی فوجیوں اور نیشنل آرمی کے درمیان اس طرح کی فرینڈلی جنگیں ہوئیں جس میں کم از کم 15 خارجی فوجی ہلاک ہوئے۔

اس واقعے کے تین روز بعد 15 فروری بروز ہفتہ عام لوگوں کی لاشیں صوبہ زابل کے قلات شہر کے مضافات میں ملیں۔ یہ دو افراد باپ، بیٹے تھے۔ مقامی لوگوں کے مطابق چند روز قبل پولیس اہلکار انہیں لے کر گئے تھے، آج ان کی لاشیں ملی ہیں۔ زابل کے صوبائی حکام نے بھی اس واقعے کا اعتراف کیا ہے۔

22 فروری بروز جمعہ خوست ضلع شاہ کوٹ میں سیکیورٹی اہلکاروں نے عام نمازیوں پر بم پھینکا جس میں ایک نمازی شہید اور 6 زخمی ہو گئے۔

مجموعی طور پر گذشتہ فروری کے مہینے جارحیت پسندوں اور نیشنل آرمی کے ہاتھوں میں کم از کم 38 عام افراد شہید اور 27 زخمی ہو گئے۔ اسی طرح 70 سے زیادہ افراد گرفتار کیے گئے۔ یاد رہے کئی افراد ڈرون طیاروں کی بمباریوں میں عام راستوں پر شہید کیے گئے۔ اس کے علاوہ گھروں کی تلاشی کے وقت بھی عام لوگوں کو مالی نقصانات پہنچے ہیں۔ بہت مرتبہ بیرونی اور داخلی فوجی قیمتی اشیاء اور نقدی بھی عوام کے گھروں سے لوٹ کر لے گئے ہیں۔

نفرت اور بیزاری کا اظہار اور دشمن کی صفوں میں نفوذ:

افغان عوام نے جارحیت کے آغاز کے بعد اب تک مختلف شکلوں میں ان کے خلاف نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

یکم فروری بروز ہفتہ ارزگان کے لوگوں نے صوبائی سیکرٹریٹ کی عمارت کے سامنے ایک بڑا مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے صوبائی گورنر اور دیگر حکومتی ارکان پر رشوت خوری کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ جب تک صوبائی گورنر کو معطل نہ کیا جائے مظاہرے جاری رہیں گے۔

9 فروری بروز اتوار صوبہ بلخ ضلع شینکی کے شہریوں نے اربکیوں کے خلاف مظاہرہ کیا اور الزام لگایا کہ اربکی قوموں کے داخلی امور میں مداخلت کرتے ہیں اور لوگوں کو لسانی اور قومی بنیادوں پر آپس میں لڑانے کی کوشش کر رہے ہیں

12 فروری بروز بدھ پل چرخی کے شہریوں نے پولیس کی جانب سے ایک عام آدمی کی ہلاکت پر سخت رد عمل کا اظہار کیا اور اپنے علاقے میں ایک وسیع مظاہرہ کیا۔

اسی طرح 17 فروری بروز سوموار صوبہ پکتیا ضلع یوسف خیل کے لوگوں نے ایک بڑا مظاہرہ کیا۔ یہ مظاہرہ اس وقت کیا گیا جب اربکی غنڈے اسلحے کے زور پر تین لڑکیوں کو اغواء کر کے اپنی چیک پوسٹ میں لے گئے۔ لوگوں نے کرزئی انتظامیہ کے خلاف نعرے لگائے اور اربکیوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

13 فروری بروز منگل دشمن کی صفوں میں موجود مجاہدین جنہوں نے نیشنل آرمی کی وردیاں پہن رکھی تھیں، فائرنگ کر کے 4 خارجی فوجیوں کو جہنم رسید کر دیا۔ دشمن کے اعتراف کے مطابق گذشتہ سال کے عرصے میں اس طرح کے 10 واقعات پیش آئے جس میں 15 سے زیادہ بیرونی فوجی ہلاک ہوئے۔

دشمن کا ناکام پروپیگنڈا:

فروری کے مہینے میں دشمن نے ڈرامہ بازی کرتے ہوئے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ وہ طالبان سے خفیہ ملاقاتوں کے ذریعے مذاکرات کا سلسلہ بڑھا رہے ہیں۔ 6 فروری بروز جمعرات امارت اسلامیہ نے اس دعوی کی تردید کی اور اسے شکست خوردہ دشمن کا جھوٹا پروپیگنڈہ قرار دیا۔ امارت اسلامیہ کے اعلامیہ میں کہا گیا کہ وہ خفیہ مذاکرات پر ہر گز یقین نہیں رکھتے۔ ہم نے اگر مذاکرات کرنا چاہے تو سب کچھ عوام کے سامنے کیا جائے گا۔

قیام کے اعلانات اور فرار:

ایک طرف تو بیرونی جارحیت پسند فرار کی راہ تلاش کر رہے ہیں۔ تاکہ جتنا جلد ممکن ہو خود کو تباہی سے بچائیں۔ دوسری طرف 21 فروری بروز جمعہ جرمنی نے اعلان کیا کہ وہ 10 ماہ تک اپنی فوج افغانستان میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اس عرصے میں جرمنی کے 4400 فوجیوں میں سے 3300 فوجی افغانستان میں رہیں گے۔ جرمن فوجیوں کی اکثریت افغانستان کے شمالی علاقوں میں تعینات کی گئی ہے جو بار بار مجاہدین کے شدید حملوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں۔

تحریر: سید سعید

جنگی جرائم

{ مارچ 2014}

یکم مارچ 2014ء کو میڈیا نے ایک خبر شائع کی کہ صوبہ پروان ضلع کوہ صافی کے منڈیکول کے علاقے میں قابض افواج اور افغان فورسز کے درمیان جھڑپ ہوئی جس کے نتیجے میں تین شہری شہید ہوئے۔

یکم مارچ کو صوبہ تخار ضلع اشکمش کے علاقے چشمہ مایان میں قابض افواج نے عام شہریوں کے گھروں پر چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی اور چار افراد کو حراست میں لیا۔

2 مارچ کو صوبہ لغمان ضلع الینگار کے علاقے سنگر میں جاحیت پسندوں کے فضائی حملے میں دو شہری شہید ہوئے۔

2 مارچ کو صوبہ لوگر کے دارالحکومت پل عالم کے قریب قابض افواج کی بمباری سے دو خواتین سمیت چار افراد شہید ہو گئے۔

3 مارچ کو صوبہ ہلمند ضلع گرشک کے علاقے نہر سراج بچگال میں قابض افواج نے چھاپہ مارا اور چار افراد کو حراست میں لیا۔

10 مارچ کو صوبہ قندوز کے قرول تپی کے مقام پر حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک شہری [قطب الدین] کو شہید کر دیا۔

11 مارچ کو جارحیت پسندوں نے صوبہ ہلمند ضلع واشیر کے علاقے شاہ پشتی ناخو نگری میں چھاپے کے دوران ایک دکاندار کو گرفتار کیا۔

11 مارچ کو صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں چمبرانو کے مقام پر حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے مولوی نجیب اللہ کے گھر پر چھاپہ مار کر انہیں اپنے گھر میں شہید کیا۔

12 مارچ کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے سیدول کاریز کے بابا فقیر میں افغان فورسز نے ایک شہری [ولی جان ولد روف ماما] کو بے دردی سے شہید کر دیا، ان سے کپڑے اتار کر ٹینک سے باندھا اور پھر سنگین بازار میں انہیں ٹینک سے گھمایا۔

12 مارچ کو صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے علاقے شنیز بورہ یوسف خیل پر ڈرون حملے میں ایک شہری [خدائی نور] شہید ہوا۔

13 مارچ کو صوبہ ہلمند ضلع واشیر کے باری گاوں میں قابض افواج اور ملکی فورسز نے مشترکہ کارروائی میں 25 شہریوں کو حراست میں لیا۔

14 مارچ کو صوبہ زابل ضلع ارغنداب کے موچی گاوں میں افغان فورسز نے چھاپے کے دوران پانچ شہریوں کو حراست میں لیا۔

14 مارچ کو قابض افواج نے صوبہ بغلان ضلع برکہ کے علاقے قلول میں کمرجمالی گاوں پر چھاپہ مارا، اس دوران انہوں نے گھر گھر کی تلاشی لی اور پیش امام ملا مطیع اللہ کو گرفتار کر لیا۔

16 مارچ کو صوبہ فراہ ضلع پرچمن کے گورنر [حاجی داود] نے چراغ خاج گاوں میں عبدالغنی اور حافظ قدرت اللہ کے گھروں پر چھاپہ مارا اور تلاشی کے دوران لوٹ مار کی، اور 2 سالہ اور بیس دن کے دو معصوم بچوں کو اٹھا کر شہید کر دیا۔

20 مارچ کو صوبہ ننگرہار کے ضلع حسکی مینہ میں سات قومی رہنماوں کو جو طالبان کے ساتھ قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے مذاکرات کر کے واپس اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے، راستے میں افغان فورسز نے اندھا دھند فائرنگ کر کے چار کو شہید اور تین کو زخمی کر دیا۔

21 مارچ کو قابض افواج نے صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو میں وزیر پیرہ خیل عمراوروتی گاوں پر چھاپہ مارا، گھر گھر تلاشی لینے کے دوران مکینوں کو مالی نقصان پہنچایا، ایک شہری کو شہید کیا، ایک خاتون کو زخمی جبکہ شہریوں کو حراست میں لیا۔

22 مارچ کو صوبہ کاپیسا ضلع تگاب کے علاقے نوروز خیل میں افغان فورسز نے فائرنگ کر کے ایک معصوم بچے کو شہید جبکہ دو کو زخمی کیا۔

بقیہ صفحہ نمبر 23 پر ملاحظہ فرمائیں۔

امریکی مظالم کی یادگار

ترقی، روشن خیالی اور وسیع النظری کے دور میں ظلم وستم، تذلیل انسانیت اور وحشت ودہشت میں خود کو مہذب ترین سمجھنے والے ملک اور امریکہ کا بدنام زمانہ قید خانہ گوانتاناموبے زنداں انسانیت، شرافت، تہذیب اور وسیع النظری کے نام پر ایک دھبہ ہے، سقوط افغانستان کے بعد امریکی افواج سے نبرد آزما ہونے والوں کو مخصوص زندان میں قید رکھا گیا ہے، ان میں بہت سے قیدی ایسے ہیں جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا، ان کا سب سے بڑا جرم "اسلامی ذہنیت" رکھنا ہے، وقتاً فوقتاً اس قید خانے میں مقید افراد کے ساتھ ہونے والے غیر انسانی، وحشت خیز اور ذلت ریز سلوک کی کہانیاں منظر عام پر آتی رہتی ہیں جسے کئی بار میڈیا پر پیش کیا جا چکا ہے۔

خطرناک ترین قید خانہ: اس جیل کا شمار دنیا کی خطرناک ترین جیلوں میں ہوتا ہے یہ جیل کیوبا کے ایک جزیرے گوانتاناموبے میں واقع ہے جیل میں بنے ہوئے 6x6 کے کمرے جس کی دیواریں فرش، چھت، پلنگ، ٹوائلٹ، واش بیسن سب لوہے کے ہیں۔ یہاں کوئی کھڑکی نہیں ہے جہاں سے سورج کی روشنی یا تازہ ہوا اندر آسکے، یہ کمرہ نہیں گویا آہنی قبر ہے جس میں مسلمان قیدی قید ہیں اور موت سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں، یہاں کے مسلمان قیدیوں پر وہ تشدد کیا جاتا ہے جسے سن کر روح بھی کانپ اٹھتی ہے۔ ایک امریکی انسانی حقوق کی کارکن سنڈی شیہان نے اس جیل کے بارے میں یہ کہا کہ اگر امریکہ میں انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی اس طرح کا برتاو کیا جائے جس طرح امریکی فوجی گوانتاناموبے میں مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی، ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں تو یہ جانور بھی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ بھی بغاوت پر اتر آئیں گے۔ امریکہ کا دعویٰ ہے کہ گوانتاناموبے میں قید افراد جنگی قیدیوں کے زمرے میں نہیں آتے اس لئے ان کے ساتھ جنیوا کونشن کے تحت سلوک نہیں کیا جا سکتا اس لئے امریکہ نے ان قیدیوں کو غیر قانونی جنگجو دشمن قرار دیا ہے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیموں کے کارکنان اور رشتہ داروں کو قیدیوں سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

اس زنداں کا سب سے بڑا حصہ افغانوں، دوسرا حصہ افریقی ممالک سے تعلق رکھنے والوں اور تیسرا حصہ عرب قیدیوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ قید خانہ سی آئی اے، ایف بی آئی اور حکومت کی مشترکہ مالی امداد سے چلتا ہے۔ اس قید خانے کو ختم کرنے کی بات چیت 2009 سے چل رہی ہے، مختلف اداروں کی طرف سے مستقل دباؤ پڑنے پر امریکی صدر اوبامہ نے اس قید خانے کو 2015ء میں بند کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب امریکی حکومت ریاست ورجینیا میں ان قیدیوں کو رکھنے کے لئے ایک خصوصی قید خانہ تیار کر رہی ہے۔

گوانتاناموبے میں قیدیوں کو انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنانے کے لئے بڑے بڑے مخصوص آلات نصب کئے گئے تھے، اب امریکی حکومت کو ان آلات کی منتقلی میں بڑی مشکل پیش آرہی ہے، 60 ارب ڈالر کی لاگت سے نصب شدہ یہ آلات امریکہ لئے مشکل کا باعث بن گئے ہیں، امریکہ کئی ممالک سے ان آلات کی فروخت کی بات چیت کر رہا ہے تاحال بدنام زمانہ اسرائیلی خفیہ ادارے موساد نے ان آلات کے حصول میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔

گوانتاناموبے کیوبا کا ایک صوبہ ہے جس پر امریکی بحریہ نے 1902ء میں نیول بیس قائم کر رکھا ہے۔ 2001ء میں مسلم دنیا کے وسائل پر قبضہ جمانے کے لئے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر فروغ دہشت گردی کے لئے امریکہ نے سب سے پہلے افغانستان پر یلغار کی اور ساتھ ہی امریکی افواج نے یہاں کیوبا میں حراستی کیمپ قائم کر لئے جہاں مسلمانوں کو رکھا جانے لگا۔ امریکی حکام کے مطابق گوانتاناموبے میں 2001ء سے لے کر اب تک 774 قیدیوں کو لایا گیا ہے جن میں سے 420 کو رہا کر دیا گیا جبکہ اب وہاں 155 کے قریب قیدی موجود ہیں۔ گوانتاناموبے میں موجود قیدیوں میں بڑی تعداد افغانوں کی ہے جبکہ پاکستان، برطانیہ، کینیڈا، کویت، سعودی عرب سمیت کئی ممالک کے مسلمان باشندے بغیر کسی جرم کے وہاں رکھے گئے ہیں۔

امریکہ کی بدنام زمانہ گوانتاناموبے جیل کو 13 برس مکمل ہو گئے اور اس کو بند کرنے کے وعدوں کے باوجود تاحال 155 قیدی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ مسلمان قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم کی بنا پر یہ جیل دنیا بھر میں بدنام ہے۔ امریکن سول لبرٹیز یونین کے اعداد وشمار کے مطابق ان 13 برسوں کے دوران 879 افراد کو گوانتاناموبے میں قید کیا گیا جن میں سے صرف 6 کو سزا سنائی گئی۔ یہ تعداد ان فوجی پراسیکیوٹرز سے بھی کم ہیں جنہوں نے جیل کے غیر منصفانہ نظام پر احتجاجاً استعفے دیئے۔

جنوری 2009ء کو اقتدار سنبھالنے کے اگلے ہی روز امریکی صدر اوبامہ نے گوانتاناموبے جیل کو ایک سال کے اندر بند کرنے کے حکم نامے پر دستخط کئے مگر وہ اب تک ان کا منہ چڑا رہا ہے، اس بے عملی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکی کانگریس میں ری پبلکن اراکین نے پینٹاگان پر گوانتاناموبے جیل سے قیدیوں کو منتقل کرنے پر پابندی عائد کر دی تھی جبکہ 31 دسمبر کو ایک اور قانون کے تحت وہاں قیدیوں کو بغیر کسی الزام کے غیر معینہ مدت تک قید کرنے کا قانون بھی منظور کر لیا گیا یہ وہ قانون ہے جو جارج

بش بھی متعارف کرانے سے ہچکچاتے رہے مگر اوبامہ نے سر جھکا کر ان دونوں قوانین پر دستخط کردیئے۔وہاں سے اکتوبر 2007ء میں چیف پراسیکیوٹر کی حیثیت سے مستعفی ہونے والے کرنل مورس ڈیوس کے بقول گوانتاناموبے ہمارے چہرے پر بدنما داغ ہے جسے ہٹانے کا واحد راستہ اس کی بندش ہے۔

گوانتاناموبے قید خانے 18 کے سابق گارڈ (جن کا تعلق امریکی نیشنل گارڈ سے ہے) کرسٹوفر برنڈن ارینڈٹ نے فیلڈن ہاؤس میں "کیج پرزنرز" نامی تنظیم کی سرپرست ایوان ریڈلی، گوانتاناموبے کے سابق قیدیوں معظم بیگ اور قطر کے شہری جاراللہ المری کے ہمراہ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ گوانتاناموبے کا قید خانہ امریکی ظلم وسربریت کی یادگار کے طور پر تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔اس قید خانے کی بندش کے بعد اس کو ایک میوزیم کی شکل دی جائے تاکہ دنیا انسانیت کے خلاف امریکی مظالم کے اصل رخ سے واقف ہوسکے۔ان کا کہنا تھاکہ قید خانے میں گزارے دس ماہ ان کی زندگی کے بدترین دن ہیں جنہیں وہ کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔انہوں نے زور دیتے ہوئے کہاکہ غیر محسوس طریقے سے اسلام ومسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جارہاہے۔کرسٹوفر نے کہاکہ قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جارہے ہیں۔امریکہ دنیا کو بتائے کہ اس نے کس قانون کے تحت لوگوں کو بغیر کسی جرم کے قید کرر کھا ہے۔قیدی کون ہیں اور ان کی قانونی حیثیت کیا ہے؟۔کرسٹوفر نے زور دیتے ہوئے کہاکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں جمہوری اقدار کو پامال کرکے انسانی حقوق سلب کئے جارہے ہیں۔لوگوں کو ان کے گھروں سے اٹھاکر جانوروں جیسے قید خانے میں بند کردینا کہاں کا انصاف اور کس جمہوریت کے تحت آتا ہے؟۔قانون کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں،انہوں نے افسوس کااظہار کرتے ہوئے کہاکہ امریکہ کے اپنے نظام میں چیک اینڈ بیلنس کا سسٹم موجود نہیں کہ کوئی امریکی حکومت سے پوچھ سکے کہ وہ کن اختیارات کے تحت محض شک کی بنیاد پر لوگوں کو ان کے بنیادی انسانی حقوق سے محروم کررہی ہے؟

امارت اسلامیہ افغانستان کے سابق سفیر ملا عبدالسلام ضعیف نے گوانتاناموبے جیل سے رہائی کے بعد لکھی گئی اپنی کتاب میں بہت سے انکشافات کئے ہیں جن میں انہوں نے امریکیوں کے مظالم سے پردہ اٹھایاہے وہ لکھتے ہیں کہ گوانتاناموبے میں فوجیوں کے تین گروپ تھے ایک گروپ کا نشان درخت تھا،یہ فوجی پروگرام کے مطابق عمل کرتے تھے،متعصب نہیں تھے۔دوسرے گروپ کا کبوتر نشان تھااس کے فوجی مختلف مزاج کے تھے شیڈول کے مطابق کام کرتے تھے مگر نیم متعصب تھے اور تیسرے گروپ کا نشان ہلال تھااس کے فوجی پرلے درجے کے متعصب تھے ان کا اخلاقی درجہ صفر تھا،قیدیوں کو ہمیشہ بھوکا رکھتے تھے ان کو گندے کپڑے دیتے تھے،نیند کے وقت بلیوں اور کتوں کی طرح آوازیں نکال کر پریشان کرتے اور قیدیوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرکے ان کو غصہ دلاتے تھے۔

امریکی جنرل ملر بہت ظالم اور متعصب تھا،اس نے فوجیوں کو قیدیوں کے ساتھ وحشی سلوک کی مکمل اجازت دے رکھی تھی،بعد میں اس کو عراق تبدیل کردیا گیا۔ایکو کیمپ بھی اسی نے بنایا تھاجس میں چوبیس گھنٹے اندھیرا چھایا رہتا تھااس کیمپ میں الگ الگ چھوٹے چھوٹے کمرے تھے جن میں قیدی تنہا ہوتے تھے،گوانتاناموبے میں قیدیوں کو اندھیرے کے باعث دن اور رات کا پتہ نہ چلتا تھا یہاں رہ کر بہت سے قیدی نفسیاتی مریض بن گئے تھے،قیدی یہاں پر چیختے لیکن ان کے چیخنے کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی۔

ضعیف مزید لکھتے ہیں کہ ہم سے تفتیش کے دوران کوئی بامقصد جواب نہ پاتے اور تشدد کرکے تھک جاتے تو آخر میں خود اپنے صدر بش کو گالیاں دینا شروع کردیتے۔کبھی میڈیا کے نمائندے یا حکومتی عہدیدار تماشا دیکھنے آتے تو سارے کیمپوں کا معائنہ کرانے کی بجائے ان کو صرف چار نمبر کیمپ کا دورہ کرایا جاتا کیونکہ اس کیمپ کے حالات اچھے تھے،ایسے وفود کو دکھانے کے لئے نمائشی جگہیں بنائی گئی تھیں،اکثر مریضوں کو دورے کے اوقات میں نشہ دیا جاتا تھاکہ وہ سوئے رہیں اور امریکی وحشیانہ سلوک کا بھانڈا نہ پھوڑ سکیں۔

اگر دہشت گردی کا مطلب لوگوں کو خوفزدہ کرنا ہے تو سب سے بڑا دہشت گرد تو خود امریکہ ہے جس نے گوانتاناموبے کی صورت میں معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کو اپنے ظالمانہ سلوک سے ڈرانے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔امریکہ نے ثابت کردیا ہے کہ احترام آدمیت اور انسانی حقوق صرف طاقتور اقوام کے لئے ہیں اور مظلوم مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی حق حاصل نہیں۔امریکہ نے مسلمانوں کو انسانی حقوق کا غاصب اور قانونی مجرم ثابت کرنے کی کوشش کی مگر خود گوانتاناموبے کی وجہ سے دنیا بھر میں امریکہ کو انسانی حقوق کا غاصب خصوصاً مسلمانوں کا دشمن سمجھا گیا۔دنیا نے جان لیاکہ امریکہ ریاستی اور بین الاقوامی قوانین کو پاؤں تلے روندنے والا ملک ہے،دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں امریکہ کی نفرت بڑھی ہے،یہ ایسے نکات ہیں جن کی وجہ سے ہر گزرتے دن کے ساتھ امریکی وقار کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔گوانتاناموبے کی وجہ سے امریکہ نے صرف یہاں کے ہر قیدی کو سخت ترین دشمن بنایا بلکہ دنیا بھر کے مسلمان امریکہ کے دشمن بن گئے،اب ہر مسلمان کے ذہن میں امریکی دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اگر اس کی یہی پالیسی جاری رہی اور وہ اپنے توسیع پسندانہ عزائم سے باز نہ آیا تو وہ دن دور نہیں کہ امریکہ بھی سوویت یونین کی طرح کئی حصوں میں بٹ کر زوال پذیر ہوجائے گا بلکہ قدرت کی قدرت سے صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا اور دنیا بھر کے مسلمان سمیت تمام ممالک اس کے شر سے محفوظ ہوجائیں گے،اللہ تعالی افغان مجاہدین کو اپنی مدد سے کامیابی عطا فرمائے،افغانوں کی لازوال قربانیوں کو قبول فرمائے اور امریکہ کو نہتے افغان مجاہدین کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست سے دوچار کرکے دنیا کے سامنے رسوا کردے،ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ مجاہدین نے امریکیوں کے غرور کو خاک میں ملادیا،افغانوں نے اپنے خون سے مزاحمت کی نئی تاریخ رقم کی اور دور جدید کی سپرپاور کی شکست کے بعد عالمی کھیل کا پانسہ پلٹ دیا اور نیٹو کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی،افغانوں نے تیسری سپرپاور کو شکست دینے کا اعزاز حاصل کیا جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اور اسلام کی حقانیت کا واضح ثبوت ہے۔

***

مارچ کے مہینے میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کی ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	66	2	6	5	132	29	29	5	2	0
-2	ہلمند	153	0	15	8	308	142	51	10	19	0
-3	غزنی	41	0	6	4	88	65	15	0	1	0
-4	خوست	25	1	0	0	26	26	6	3	4	0
-5	نورستان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-6	میدان وردگ	25	0	2	2	31	12	5	0	0	0
-7	کونڑ	66	1	2	1	87	46	2	2	4	1
-8	پکتیکا	17	0	0	0	35	29	7	2	0	0
-9	زابل	41	1	9	0	29	14	6	4	1	1
-10	لوگر	30	0	0	0	66	46	4	0	0	0
-11	کاپیسا	12	0	0	0	28	14	5	0	0	0
-12	روزگان	35	0	0	0	44	18	6	0	1	0
-13	پکتیا	20	0	0	0	31	18	7	1	1	0
-14	فراہ	19	1	0	0	81	51	7	9	14	1
-15	کابل	18	4	16	8	128	2	12	14	0	1
-16	ننگرہار	141	1	10	13	159	209	28	7	6	1
-17	لغمان	30	0	0	0	18	29	4	0	0	0
-18	ہرات	43	0	2	2	42	46	6	8	12	0
-19	نیمروز	27	0	0	0	63	21	9	1	3	0
-20	بادغیس	17	0	0	0	12	13	3	1	1	0
-21	قندوز	18	0	0	0	76	31	1	4	0	0
-22	بغلان	13	0	0	0	26	17	5	2	0	0
-23	فاریاب	28	0	0	0	42	43	5	3	1	0
-24	غور	8	0	0	0	8	3	0	1	0	0
-25	پروان	14	0	6	4	9	10	4	0	0	0
-26	تخار	1	0	0	0	0	1	0	0	0	0
-27	سمنگان	1	0	0	0	1	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	15	0	0	0	43	51	0	6	6	0
-29	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-30	بلخ	3	0	0	0	0	0	1	0	0	0
-31	سرپل	11	0	0	0	34	13	9	5	8	0
-32	دائی کنڈی	4	0	0	0	10	0	2	0	0	0
-33	جوزجان	8	0	0	0	5	4	2	0	0	0
-34	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		950	11	74	47	1662	1003	241	88	84	5

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

مومن افغانو!

میں ان نامساعد ملکی حالات کے حوالے سے چند باتیں آپ کے گوشِ گزار کرنا چاہوں گا:

(جیسا کہ آپ جانتے ہیں) گزشتہ تیرہ سالہ جارحانہ یلغار نے ہزارہا افغانوں کا ناحق خون بہایا ،انہیں جیلوں میں ڈالا گیا،دیہات ، شہر ، مدارس اور مساجد بمباری کا نشانہ بنے ، آئے روز مسلمانوں کے مقدسات خصوصاً قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی رہی، ہمارے ملک کی اہم کانوں اور معدنیات کو لوٹ لیا گیا، عوام کے سر پر ایک ایسی بے صلاحیت اور بے کفایت انتظامیہ مسلط کردی گئی جس کے اعلی حکام نہ صرف انتظامی کرپشن ، غبن ، زمینوں پر ناجائز قبضے ، منشیات کی کاشت و کاروبار، جنگلات، کانوں اور نوادرات کی فروخت میں منظم انداز میں ملوث ہیں بلکہ ان کے یہ سرکاری جرائم غارت گری کے منصوبہ بند پروگرام کا حصہ ہیں۔

یہ لوگ چاہتے ہیں اس طریقے سے اپنے طویل قیام کی راہ ہموار کریں اور افغانوں کو ہمیشہ کے لیے اپنا دست نگر بنا ڈالیں۔اسی طرح ثقافت ، ذرائع ابلاغ اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے بھی ایسے پروگرام شروع کیے گئے ہیں جن کے ذریعے عوام کو ذہنی پسماندگی اور فکری بے راہ روی کا شکار بنایا جاتا ہے۔انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے افغانستان میں انتخابات کا ڈرامہ رچایا جارہا ہے۔ میں افغانستان کے غیور عوام سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ڈرامہ بازی کا حصہ بن کر غیروں کے مذموم مقاصد و اہداف کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بنیں گے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year **April 2014**

بہار کا موسم دشمن کے لیے اس سال بھی بہت ہلاکت خیز رہے گا۔